بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام شاہد نازک خیالاں
عزیز خاطر آشفتہ حالاں

دُرِ شہوار

انتخاب غزلیات

سرور عالم راز سرورؔ

دُنیائے راز
۸۰۲۰۔ مَوس رَوک ڈرائیو
فورٹ ورتھ، ٹیکسس، امریکہ
8020 Moss Rock Drive
Fort Worth, TX 76123, U.S.A.
<sarwarazi@yahoo.com>

یوں اور بہت عیب ہیں سرورؔ میں و لیکن
کمبخت محبت میں تو یکتا نظر آیا

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے!

نام	سرور عالم راز
تخلص	سرورؔ
والدِ گرامی	ابوالفاضل محمّد صادق رازؔ چاند پوری
والدہءِ محترمہ	رشید فاطمہ رازی
اولاد	صباؔ رازی سید (ایم ڈی)
	سلمانؔ سرور رازی (ایم ڈی)
داماد	سید محمّد عقیل (ایم ڈی)
نواسیاں	ثنا سید (نگارؔ)
	نجاح سید (گلنارؔ)
	عروج سید (شہوارؔ)
تاریخ و مقامِ پیدائش	۱۶ مارچ ۱۹۳۵ء، جبل پور، مدھیہ پردیش، ہندوستان
تعلیم	بی ایس سی: مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ، ہندوستان
	بی ایس سی (انجینئرینگ): مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ، ہندوستان
	ایم ایس (انجینئرینگ): امریکہ
ملازمت	لیکچرر، سول انجینئرینگ، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ، ہندوستان: ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۱ء
	سول انجینئر، امریکہ، ۱۹۷۱ء تا ۱۹۹۵ء
قیامِ امریکہ	۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۸ء بسلسلہءِ تعلیم
ہجرت	۱۹۷۱ء
تصانیف	سول انجینئرینگ کی دو کتابیں (انگریزی): ۱۹۷۴ء اور ۱۹۹۷ء
	شہرِ نگار (مجموعہءِ غزلیات): ۱۹۹۳ء
	رنگِ گلنار (مجموعہءِ غزلیات): ۱۹۹۹ء
	کتابِ حج و عمرہ (انگریزی): ۱۹۹۹ء
	تیسرا ہاتھ (افسانوں کا مجموعہ): ۱۹۹۹ء
	باقیاتِ رازؔ (ادبی تنقید و جائزہ): ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

زندگی کی اُن حسین ترین یادوں کے نام جو میں اپنی نواسیوں
ثنا سید (**نگارؔ**)، **نجاح سید** (**گلنارؔ**) اور **عروج سید** (**شہوارؔ**)
کے ساتھ گذار رہا ہوں!

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
دلِ شوریدۂ ما را ز نو درکار می آورد

ترتیب

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۱	پاس ہے تم کو اگر پچھلی شناسائی کا	
۲	وارفتگیءِ شوق کی شدت نہ پوچھئے	
۳	اقرارِ وفا، اُمیدِ کرم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے	
۴	ظالم حیات، چال مِرے ساتھ چل گئی	
۵	دردِ دل میں ہزار اُٹھتا ہے	
۶	جو صبح و شام پئے انتظار گزرے ہیں	
۷	عمر بھر رویا کیے ناکامیاں دیکھا کیے	
۸	سرابِ زیست میں ہم ڈوبتے اُبھرتے رہے	
۹	صبحِ عشرت دیکھ کر شامِ غریباں دیکھ کر	
۱۰	اظہارِ الم، شکوہءِ دوراں نہیں کرتے	
۱۱	نگاہیں ملانا، نگاہیں چرانا	
۱۲	ہمیں یاد آئیں اکثر تری دلبری کی باتیں	
۱۳	مرا ذوقِ محبت دیکھیے کیا گل کھلاتا ہے	
۱۴	عشق کو معجزہ سمجھتے ہو؟	
۱۵	کیوں ہر قدم پہ لاکھ تکلف جتائیے	
۱۶	مقامِ ہجر میں لطف و کرم کی باتیں ہیں	

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۱۷	داستانِ نامُرادی، مختصر، دیکھے گا کون	
۱۸	فغاں کا ذکر کریں، آرزو کی بات کریں	
۱۹	کسی کی جستجو ہے اور میں ہوں	
۲۰	جب جب وہ سرِطور تمنا نظر آیا	
۲۱	کہاں سے آ گئے تم کو نہ جانے	
۲۲	تری بے نیازی، مری بے قراری	
۲۳	آئینۂ حیرت ہوں تری جلوہ گری کا	
۲۴	اگر مجھ کو نہ کچھ ادراک حسنِ یار کا ہوتا	
۲۵	کوئی بتائے یہ کیسا غمِ جُدائی ہے	
۲۶	یاد بھی خواب ہوئی، یاد وہ آتے کیوں ہیں؟	
۲۷	جو کم نصیبی کا اپنی خیال آتا ہے	
۲۸	اُمیدِ کرم، حسرتِ دیدار ہے، میں ہوں!	
۲۹	سوزِ دل کو آشنائے ساز ہونا چاہیے	
۳۰	میری نظر کا ہے، نہ تمھاری نظر کا ہے	
۳۱	کیا پوچھتے ہو مجھ سے مری شورشِ جذبات؟	
۳۲	بندہ نواز! صورتِ حالات اور ہے	

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۳۳	وقت کے ہاتھوں حکایاتِ انا بھول گئے	
۳۴	سرورؔ کسی صورت تجھے آرام نہ آیا	
۳۵	کوئی قضا اسے سمجھے، کوئی بلا جانے	
۳۶	جلوہ گر پھر وہ ماہتاب ہوا	
۳۷	یہ صبح و شام کی الجھن، یہ روز و شب کی یاد	
۳۸	دل دکھا کر آپ نے پوچھا، کہو کیسا لگا؟	
۳۹	آہ پہلی سی کوئی بات کہاں؟	
۴۰	دل یہ کہتا ہے، طوافِ کوئے جانانہ سہی	
۴۱	سوزِ پنہاں کے سوا، حالِ پریشاں کے سوا	
۴۲	وہ حسنِ بلاخیز، یہ اندازِ محبت	
۴۳	جان تم پر نثار کرتے ہیں	
۴۴	دل کی ہی دل میں رہ گئی حسرت گناہ کی	
۴۵	آہوں کی بارات سجی ہے، اشکوں کی برسات ہوئی ہے	
۴۶	آؤ جینے کا اہتمام کریں	
۴۷	جو روا تھے پہلے اب وہ ناروا کیوں ہو گئے؟	
۴۸	ہم کو اپنا پتا نہیں ملتا	

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۴۹	اک آن میں تمام مرا کام کر گئی	
۵۰	فکرِ دنیا کہاں اور سرورِؔ بدنام کہاں	
۵۱	آپ آئے یاد کی وہ فتنہ سامانی گئی	
۵۲	محبت کیا ہے، کیا ہے آرزو، بیگانگی کیا ہے؟	
۵۳	سرورؔ کو جہاں دیکھو وہاں خوار بہت ہے	
۵۴	نگاہوں کا اشارہ ہو رہا ہے	
۵۵	زخمِ دل، رشکِ مہ و غیرتِ خورشید نہیں	
۵۶	صورتِ رنگِ گل و بوئے سمن جاتے ہیں	
۵۷	آپ آتے ہیں تو ملنے سے خوشی ہوتی ہے	
۵۸	فغاں بے فیض کیوں ہے، نالہء دل بے اثر کیوں ہے؟	
۵۹	رہے گا ہم پہ یہ احسانِ دو جہاں کب تک؟	
۶۰	مانا کہ علاجِ دلِ بیمار بہت ہے	
۶۱	ہم تو اس عاشقی سے باز آئے	
۶۲	اشکِ الفت کا یہ انجام؟ خُدا خیر کرے	
۶۳	داستانِ شوق لے کر نامہ بر آیا تو کیا؟	
۶۴	لاکھوں ستم اُٹھائے، ہزاروں ہی غم ہوئے	

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۶۵	جب زمانے کو ہی قرار نہیں	
۶۶	بے نام ہوں، بے کار ہوں، بدنام نہیں ہوں	
۶۷	آرزوئے جناب کون کرے؟	
۶۸	حسن جب بے نقاب ہوتا ہے	
۶۹	اُلجھ کے رہ گئے ہستی کے تانے بانے میں	
۷۰	محبت پھر اُسکا بیاں، اللہ اللہ!	
۷۱	یوں لاکھ اک خرابہء دیوار و در ملے	
۷۲	حد سے گزرا تری فرقت میں شبِ تار کا لطف	
۷۳	تم چین سے کب ہو، ہمیں آرام کہاں ہے؟	
۷۴	تم ایسے زہرہ نگاروں کی بات کون کرے؟	
۷۵	آبلہ پا گھومتا ہوں وادیء بیداد میں	
۷۶	ذرا سنبھل کے سرِ بزم چھیڑنا ہم کو	
۷۷	بزمِ مے، جام و سبو، بادہ کشی بھول گئے	
۷۸	دیکھو کبھی تو میری طرف خوشدلی کے ساتھ	
۷۹	واللہ! محبت کا ہے کون بھلا ثانی؟	
۸۰	محبت آشنا ہو کر وفا نا آشنا ہونا	

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
۸۱	ابتدائے شوق کا اعلانِ مستانہ ہوں میں	
۸۲	جب کسی صورت سرِ محفل نہ شنوائی ہوئی	
۸۳	ہو چکیں بزمِ طرب، رقصِ شرر کی باتیں	
۸۴	بے رخی اور وہ بھی اتنے ناز سے؟	
۸۵	گھڑی دو گھڑی کا مزا چاہیے	
۸۶	مجھے کوئی شام وسحر یاد آیا	
۸۷	بیخودی! تو ہی آخر بتا، کیا کریں؟	
۸۸	گھر جلا کر دیکھئے، دنیا لٹا کر دیکھئے	
۸۹	ہر نظر گویا کتابِ عشق کی تفسیر ہے	
۹۰	یہ ہجومِ نامرادی دلِ بے قرار کب تک؟	
۹۱	کسی کو اپنے دردِ عشق میں ہمراز کیا کرتے؟	
۹۲	حُسن کا فر بنا عنواں مرے افسانے کا	

مانہ بودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

پیش لفظ

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

جب مرزا داغؔ دہلوی نے یہ شعر کہا تھا تو یقیناً ان کے ذہن میں ''سارے جہاں'' کا تصور ہندوستان جنت نشاں کے اُن علاقوں سے ہی وابستہ رہا ہوگا جن تک ان کی رسائی تھی یا جو کسی نہ کسی حوالے سے اُنکے علم میں تھے۔ غیر ممالک کا تو خیر ذکر ہی بے سود ہے، ہندوستان کے وہ علاقے بھی اُن کے ''سارے جہاں'' میں شامل نہیں رہے ہونگے جہاں تک انکی پہونچ یا تو محدود تھی یا یکسر مفقود۔ اُس زمانے کے حالات، وسائلِ نشر واشاعت کی عمومی اور شدید قلت اور ذرائع نقل وحرکت کی مشکلات کا فطری تقاضا بھی یہی تھا۔ چنانچہ حضرتِ داغ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ اُنکے کچھ ہی عرصے کے بعد دیکھتے دیکھتے دنیا کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی، انسان سائنس کی مدد سے چاند کے سفر اور اسکی تسخیر کے بعد خلاء میں تیرتے ہوئے دوسرے ستاروں اور سیاروں پر حریصانہ نگاہ ڈالے گا اور صرف انکے خواب دیکھنے کی بجائے انکو مسخر کرنے کے لئے ان پر اپنی فکر وعمل کی کمندیں بھی ڈالنے لگے گا۔

آج مرزا غالبؔ کے دور کی ''آہنی سڑک'' (ریل کی پٹری) کتنے ہی ارتقائی مراحل سے گزر کر ہوائی جہاز، راکٹ اور مصنوعی سیاروں (سیٹلائٹس) کی نئی اور حیرت انگیز ایجادات سے آشنا ہو چکی ہے اور اس ہوش ربا ترقی کی انتہا دور دور تک نظر نہیں آتی ہے۔ ٹیلی وژن، کمپیوٹر، اور انٹرنٹ نے وقت

اور فاصلوں کی طنابیں کھینچ کر دنیا اور اس کے تمام متعلقات کو اس قدر مختصر اور قریب کر دیا ہے کہ دنیا کا تقریباً ''ہر شخص ایک دوسرے کا ہمسایہ ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کام میں چند ہی سال پہلے تک ہفتے اور مہینے لگا کرتے تھے وہ اب منٹوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ جو تبادلۂ معلومات اور ترسیلِ فکر و علم دنوں میں ہوا کرتے تھے اب لمحوں میں انجام پا جاتے ہیں۔ سائنس کے کمالات اور کرشموں نے اگلے زمانے کے اُن قصوں کی یاد تازہ کر دی ہے جن میں دیو، پریاں اور جنات اپنی جلوہ آرائیوں سے ہمارے ذہن و دماغ کو ایک مافوق الفطرت دنیا کی سیر کروا کر حیران و پریشان کیا کرتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان فرضی پریوں، اور جنات کی وہ دنیا اپنا کوئی وجود نہیں رکھتی تھی جب کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی طلسماتی دنیا ہماری شب و روز کا ایک اہم اور ناگزیر حصہ ہو کر رہ گئی ہے اور اس سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مجھ کو ۱۹۶۴ کا وہ زمانہ خوب اچھی طرح یاد ہے جب میں پہلی مرتبہ امریکہ بغرض تعلیم آیا تھا۔ اردو شعر و ادب اور انکی محفلوں کا تو خیر ذکر ہی کیا، اس وقت قرب و جوار میں اردو میں گفتگو کرنے والے بھی ''بقدرِ بادام'' تھے اور اگر خوبیٔ قسمت سے کسی جگہ کوئی ہم نفس اور ہم زبان مل جاتا تھا تو ہماری عید ہو جایا کرتی تھی اور دل ایک عجیب جذبۂ فخر و مسرت سے سرشار ہو جایا کرتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ یہ صورتِ حال وقت کے ہاتھوں بدلتی گئی، گویا: لوگ آتے ہی گئے اور کارواں بنتا گیا

اب یہ عالم ہے کہ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کا شاید ہی کوئی ایسا قابلِ ذکر شہر ہوگا جہاں اردو کے پرستار موجود نہ ہوں، چھوٹی اور بڑی ادبی اور غیر ادبی انجمنیں قائم نہ ہو گئی ہوں اور ادب اور ثقافت کے حوالے سے لوگ معاصرانہ چشمکوں، گروہ بندی اور مشاعروں میں دادخواہی اور بیدادنوازی سے وطنِ عزیز اور اہلِ اردو کے تاریخی اور روایتی اندازِ فکر و عمل کی یاد تازہ نہ کرتے ہوں۔ نہ صرف یہ کہ جگہ جگہ اردو کے حلقے قائم اور سرگرمِ عمل ہیں بلکہ کہیں کہیں سے وقتاً فوقتاً کوئی اردو رسالہ بھی نکلتا ہے اور چند ماہ اپنی بہارِ جانفزا دکھلا کر اہل اردو کی ازلی بے حسی کا شکار ہو کر اپنے فطری انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

دیارِ مغرب میں مشاعروں کی بھی گہما گہمی ہے۔ برِ صغیر ہند و پاک سے معروف اور غیر معروف شاعروں کو مدعو کر کے بین الاقوامی مشاعرے بھی منعقد ہوتے ہیں، اردو کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں اور کسی نہ کسی پیمانے پر وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو اردو زبان ادر ادب سے وابستہ رہا ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے جہاں معلومات کا ایک عظیم الشان خزانہ ہر شخص کی دسترس میں آ گیا ہے، اور علم و فن کی ترسیل و اشاعت کی دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب آیا ہے وہیں ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ شائقینِ اردو کو ایک نئی اور بامعنی چوپال تبادلۂ خیال اور محفل آرائی کے لئے گھر بیٹھے ہاتھ آ گئی ہے۔ انٹرنیٹ پر درجنوں اردو شعر و ادب کی ایسی محفلیں موجود ہیں جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ دن رات دادِ سخن دیتے رہتے ہیں۔ ان محفلوں میں ادبی اور شعری تخلیقات پیش کی جاتی ہیں، ان پر تنقید و تبصرے سے نئی سوچوں کی راہیں ہموار کی جاتی ہیں، جلے دلوں کے پھپولے پھوڑے جاتے ہیں اور طرحی اور غیر طرحی مشاعرے بھی ہوتے ہیں۔ یہ کہنا قطعی غیر مناسب نہیں ہے کہ انٹرنیٹ پر اردو کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ ان محفلوں میں ایک کثیر تعداد نئے لکھنے والوں کی ہے اور یہ بات بیحد دل خوش کن ہے کہ ان میں خواتین بڑے ذوق و شوق سے حصہ لے رہی ہیں۔ یہ بات البتہ قابلِ ذکر ہے کہ چونکہ ہر شخص کے پاس اردو رسم الخط میں تخلیقات لکھ کر پیش کرنے کے لئے اردو ''سوفٹ ویئر'' نہیں ہے اس لئے ان محفلوں کا کام رومن اردو میں ہو رہا ہے، یعنی یہاں اردو کو انگریزی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ لیکن اس صورتِ حال سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ بہت سے ایسے لکھنے والے جو اردو رسم الخط سے بخوبی واقف نہیں ہیں مگر اردو شعر و ادب کے دلدادہ ہیں رومن اردو کے ذریعہ ہی محفلوں میں عملی حصہ لینے میں پیش پیش ہیں۔ گویا رومن اردو بھی اردو کے فروغ اور ترقی میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔ یہ مجموعۂ غزلیات بھی دراصل انٹرنیٹ کی کارسازیوں کا ہی مرہونِ منت ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے

یوں تو امریکہ میں ہر طرح کی سہولت اور آسانی ہے لیکن اردو طباعت اور اشاعت کے حوالے سے یہاں وسائل کا مکمل فقدان ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں اپنی تصانیف کی کتابت، طباعت اور اشاعت، ناشروں سے رابطہ اور متعلقہ کام کی پیروی، اور بعد میں کتابوں کو وہاں سے امریکہ منگوانے میں جن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اس کا اندازہ اہلِ نظر آسانی سے کر سکتے ہیں۔ کتابیں یہاں آ بھی جائیں تو ان کی نکاسی ایک ایسی مشکل ہے جس کا کوئی حل نہیں ہے۔ اردو والے کتابیں ویسے ہی کم خریدتے ہیں۔ امریکہ میں کتابوں کا تھوڑا بہت بھی فروخت ہو جانا، یا بلا قیمت ہی کسی بامعنی منزل تک پہونچ جانا معجزہ سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ بیشتر کتابیں یا تو دوستوں کی نذر ہوتی ہیں یا مصنف کے پاس ہی پڑی رہ جاتی ہیں۔ میں اس معاملے میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ میرے دوستوں نے نہ صرف کتابوں کی طباعت اور اشاعت میں میری دستگیری کی ہے بلکہ ان کو تندہی سے مناسب مقامات تک پہونچانے میں بھی فراخ دلی اور دلسوزی سے مدد کی ہے۔ میں نے ''دُرِ شہوار'' کی طباعت اور اشاعت کے سلسلے میں اپنے دوستوں کو زیادہ زحمت دینے سے امکانی حد تک گریز کیا ہے کہ آخر اس کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مگر یہ کام ایسا سخت اور صبر آزما ہے کہ امریکہ میں بیٹھ کر تنِ تنہا انجام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی تیاری اور تہذیب میں بھی مجھ کو دوستوں سے مدد لینی ہی پڑی ہے۔ کچھ احباب نے مجھ کو اپنے مشوروں سے نوازا ہے تو کچھ نے میری ہمت افزائی کی ہے۔

میں اپنے عزیز دوست ناظم الدین خلشؔ (سعودی عرب) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس مجموعہ کی کمپیوٹر کمپوزنگ کی ذمہ داری قبول کی اور پھر اس صبر آزما کام کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انتہائی خوش اسلوبی سے اپنی منزل تک پہونچایا۔ اگر انٹرنیٹ کی سہولت نہ ہوتی تو یہ کام موجودہ صورت میں پورا ہونے کی کوئی اور شکل نہیں تھی۔ میں اپنی غزلیں رومن اردو میں لکھ کر خلشؔ صاحب کو ''ای میل'' کر دیتا تھا، وہ انہیں اردو رسم الخط میں کتابت کے بعد ''ای میل'' سے ہی تصحیح اور نظرِ ثانی کے لئے واپس کر دیتے تھے۔ مہینوں کی محنت شاقہ کے بعد موصوف نے جس خوبصورتی اور محبت سے اس مجموعہ کی تہذیب و تزئین کی ہے وہ آپ کے سامنے حاضر ہے۔ اس میں کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے کہ خلشؔ صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں:

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ!

حرفِ آخر کے طور پر یہ میرا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے کہ میں اپنی شریکِ حیات قیصؔر رازی کا شکریہ ادا کروں۔ انہوں نے میری ادبی اور غیر ادبی زندگی کے ہر لمحے میں جس طرح سے میرا ساتھ دیا ہے اور اس سلسلہ میں جیسی زحمتیں اٹھائی ہیں ان کا ذکر الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔ ان کی بے لوث محبت، تعاون اور قربانیوں کے بغیر یہ کام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔

افسانہ بن نہ جائے کہیں بات راز کی
یوں مختصر حکایتِ ناز و نیاز کی (رازؔ چاندپوری)

سرور عالم راز سرؔور
فورٹ ورتھ، ٹیکسس، امریکہ
جنوری ۲۰۰۴ء

۱

پاس ہے تم کو اگر پچھلی شناسائی کا
آؤ دہرائیں فسانہ شبِ تنہائی کا

حسن کو شوق ہے گر انجمن آرائی کا
آئے دیکھے وہ تماشا مری رسوائی کا

زندگی! میں تجھے مر مر کے جئے جاتا ہوں
کچھ تو انعام دے اِس قافیہ پیمائی کا!

خود پرستی کا یہ الزام ؟عیاذ''باللہ!
میں تو اک عکس ہوں اُس جلوہء یکتائی کا!

کیوں تجھے شام و سحر خدشہء بدنامی ہے؟
کون سنتا ہے فسانہ ترے سودائی کا!

گریہء نیم شبی، آہ و غمِ صبح گہی!
اور کیا ذکر ہو اُس پیکرِ زیبائی کا؟

جان سے جا کے ملی فکرِ دو عالم سے نجات
شکریہ آپ کے اعجازِ مسیحائی کا!

کیا سمجھتے ہو تم اپنے کو، بتاؤ سرور؟
دعوہ آخر ہے یہ کس بات پہ دانائی کا؟

۲

وارفتگیء شوق کی شدت نہ پوچھئے!
کیا ہے دلِ خراب کی حالت نہ پوچھئے!

یہ عشق ہے کہ ایک مصیبت ؟ نہ پوچھئے
آوارگیء کوئے ملامت نہ پوچھئے!

ہم تو درِ حبیب کے سجدہ گزار ہیں
ہم سے رموزِ زہد و عبادت نہ پوچھئے

گزری ہے یوں اُچٹتی نظر سے کتابِ زیست
عنوان کیا ہے، کیا ہے عبارت نہ پوچھئے!

یہ دیکھئے کہ اِس میں ہے گم ایک کائنات
کیا چیز ہے یہ حرفِ محبت نہ پوچھئے!

پامالِ صد اُمید ہیں، محرومِ آرزو
گزری ہے جان و دِل پہ قیامت، نہ پوچھئے!

کب اُن سے ہو سکا ہے مِرے درد کا علاج؟
اِس پر تکلفاتِ عیادت؟ نہ پوچھئے!

وہ بے نیاز کب نہ رہا راہِ عام سے؟
سرور اور اُس کا رنگِ طبیعت؟ نہ پوچھئے

اقرارِ وفا، اُمیدِ کرم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے
وعدے وہ تیرے مبہم مبہم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

سرشاریء الفت کا عالم! کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے
جذبات کی وہ دھیمی سرگم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

آلام کی وہ یورش پیہم! کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے
ڈوبی ہوئی نبضوں کا عالم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

یادوں کی خلش وہ شام وسحر، مایوس سے وہ دیوار و در
احساس کی لَو مدہم مدہم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

کیا وہم و گماں کیا علم و یقیں،کیا فکروغمِ دنیاودیں
ہستی کے وہ سارے پیچ وخم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

وہ شعرِ مجسم جانِ سخن، ہر سانس میں یوں ہے نغمہ زن
افسانہء غم، رودادِ الم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

کب دورِ خزاں آیا اور کب رخصت وہ گل رعنائی ہوا !
محرومیء جاں، مجبوریء غم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

دل ایسے پرانے پاپی کو کیا کام ہے دین وایماں سے؟
وہ سازِ کلیسا، سوزِ حرم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

ہستی کے فسانے خواب ہوئے، دریائے جنوں پایاب ہوئے
آنسو اکثر، ہنسنا کم کم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

عنوان یہی ٹھہرے سرورؔ افسانہء ہستی کے تیرے
یا قلبِ حزیں یا دیدہء نم، کچھ کہہ نہ سکے، کچھ بھول گئے

ظالم حیات، چال مِرے ساتھ چل گئی
صبحِ اُمید، شامِ غریباں میں ڈھل گئی

کیا اعتبارِ عمرِ گریزاں کرے کوئی
جھپکی ذرا جو آنکھ تو دنیا بدل گئی

یادوں کے ہم جلاتے بجھاتے رہے چراغ
چلیئے، اِسی بہانے طبیعت بہل گئی

دنیائے نامراد میں آسودگی کہاں؟
سو اور آئیں، ایک جو حسرت نکل گئی

پھر زندگی شکارِ اُمیدِ وفا ہوئی
پھر شمعِ انتظار سرِ شام جل گئی

تا عمر اپنی ذات سے باہر نہ جا سکے!
اہلِ خرد سے اُنکی خُودی چال چل گئی

سرورؔ نے تیری یاد میں اک عمر کی تمام
اور لوگ کہہ رہے ہیں تمنا نکل گئی

درد دل میں ہزار اُٹھتا ہے
اور پھر بار بار اُٹھتا ہے!

کیا عجب زندگی کی محفل ہے
جو بھی ہے شرمسار اُٹھتا ہے

اب کہاں اہلِ ہوش باقی ہیں؟
ایک اک بادہ خوار اُٹھتا ہے

لُٹ گیا ہوگا کاروانِ اُمید
دیکھ کیسا غُبار اُٹھتا ہے!

دل اُٹھا زندگی سے یوں جیسے
آپ کا اعتبار اُٹھتا ہے!

دل جلاتا ہے وہ تو حیرت کیا؟
سنگ ہی سے شرار اُٹھتا ہے!

دل کی بے تابیاں نہ لے ڈوبیں
''ہر کسو کو پُکار اُٹھتا ہے''!

ساقیا! ایک دورِ ساغر اور
سرورؔ مے گسار اُٹھتا ہے!

جو صبح و شام پئے انتظار گزرے ہیں
وہ گل بدست بہ رنگِ بہار گزرے ہیں

رہِ اُمید سے ہم بار بار گزرے ہیں
ہر ایک بار مگر شرمسار گزرے ہیں

سوال لب پہ، زباں بند، دل میں حیرانی
مقامِ دہر سے بے اختیار گزرے ہیں

ہجومِ آرزو رنگین کر گیا جن کو
وہی زمانے مِرے خوشگوار گزرے ہیں

ترے خیال سے دل کانپ کانپ جاتا ہے
کچھ ایسے حادثے، اے یادِ یار گزرے ہیں

خوشی تھی باعثِ غم، اور غم تھے وجہِ نشاط
ہمارے ایسے بھی کچھ غم گسار گزرے ہیں

بُتانِ وہم و گماں ہیں یہ حسرت و ارماں
ہم اِس دیار سے کتنی ہی بار گزرے ہیں

عجب نہیں کہ مری عاقبت بنا جائیں
وہ مرحلے جو سرِ کوئے یار گزرے ہیں

بڑھاؤ اپنا یہ سرورؔ، سبوئے شعر و غزل
تم ایسے کتنے یہاں بادہ خوار گزرے ہیں

عمر بھر رویا کیے ناکامیاں دیکھا کیے
کیسی کیسی عشق میں رسوائیاں دیکھا کیے!

اپنی مجبوری تری رعنائیاں دیکھا کیے
ہم زمیں والے ، فرازِ آسماں دیکھا کیے!

ایک دنیا منتظر تھی انقلابِ دہر کی
ایک ہم ہی تھے، تری انگڑائیاں دیکھا کیے!

اشکِ غم ٹپکا کیے بیچارگی سے اور ہم
دامنِ اُمید کی نیرنگیاں دیکھا کیے

یہ نہیں دیکھا کسی نے رنج وغم ہے کس لیے!
اہلِ دنیا صرف اندازِ فغاں دیکھا کیے!

لوگ حالت کو ہماری دیکھ کر ہنستے رہے
اور ہم تیری طرف، اے جانِ جاں! دیکھا کیے!

کوئی دن جاتا ہے محفل میں بکھر جاؤں گا میں
آپ گر میری طرف یونہی وہاں دیکھا کیے!

دیکھنے کی چیز ہیں اہلِ خرد کی کاوشیں
عشق میں یہ خوش گماں سود و زیاں دیکھا کیے!

شعر میں سرؔور کے حالِ دردِ دل تھا، اور لوگ
بندشیں پرکھا کیے، طرزِ بیاں دیکھا کیے!

سرابِ زیست میں ہم ڈوبتے اُبھرتے رہے (ق)
خزاں گزیدہ، اُمیدِ بہار کرتے رہے!

اُمید کرتے رہے اور دل میں ڈرتے رہے
قفس نصیب تھے، دن اس طرح گزرتے رہے!

رہِ نجات، رہِ عشق سے نکلتی ہے
اِسی لئے ترے بندے بتوں پہ مرتے رہے!

ابھی یہ رات ڈھلے گی ابھی سحر ہوگی
تمام عمر یہی انتظار کرتے رہے!

کبھی گمان کی صورت، کبھی یقیں کی طرح
ہمارے خواب بگڑتے رہے سنورتے رہے!

گناہگارِ ازل ہیں، پھر اور کیا کرتے؟
اُمید وارِ کرم ہیں ، گناہ کرتے رہے!

کتابِ دہر پر بس اک نگاہ ڈالی تھی
ذرا سا قرض تھا، اک عمر اُسکو بھرتے رہے!

ذرا سی بات پر بے اختیار ہو سرؔور؟
کروگے کیا جو یونہی حادثے گزرتے رہے؟

صبحِ عشرت دیکھ کر، شامِ غریباں دیکھ کر
محوِ حیرت ہوں میں رنگِ بزمِ امکاں دیکھ کر!

ہر قدم پر اک تقاضا، ہر گھڑی حسرت نئی!
میں چلا تھا راہ و رسمِ دہر آساں دیکھ کر!

کوئی بتلائے کہ یہ مشکل محبت تو نہیں؟
ہم پریشاں ہو گئے اُنکو پریشاں دیکھ کر!

اس قدر ہے خاک سے نسبت مِری تقدیر کو
یاد آ جاتا ہے اپنا، گھر بیاباں دیکھ کر

اُٹھ گئی رسمِ محبت، سرد ہے بازارِ عشق
دل تڑپتا ہے متاعِ غم کو ارزاں دیکھ کر

زندگی گزری کسی کی آرزو کرتے ہوئے
اور اب حیراں ہوں میں یہ شہر ویراں دیکھ کر

بات کیا ہے، یاد کیوں آتا ہے انجامِ حیات؟
موسمِ گل دیکھ کر، رنگِ بہاراں دیکھ کر

کیا ملا سرؔور تمھیں اِس پارسائی کے طُفیل؟
اُس کو کافر سوچ کر، خود کو مسلماں دیکھ کر!

اظہارِ الم، شکوۂ دوراں نہیں کرتے
ہم رحمتِ یزداں کو پشیماں نہیں کرتے!

جو کرتے ہیں یہ خار، نمایاں نہیں کرتے
ہم جان کے توہینِ بہاراں نہیں کرتے

اے دل! یہی آنسو تو ہیں سوغاتِ محبت
نادان! علاجِ غمِ پنہاں نہیں کرتے!

اربابِ خرد حال پہ میرے ہیں پریشاں
اور اپنی ہی وہ فکرِ گریباں نہیں کرتے!

مانوس ہوں دار و رسنِ عشق سے ایسا
دنیا کے خم و پیچ پریشاں نہیں کرتے

جو میری وفاؤں سے پریشاں ہیں، خدایا!
کیوں میرے غم و درد کا درماں نہیں کرتے؟

واقف ہوں نہاں خانۂ ہستی سے میں ایسا
دنیا کے تماشے مجھے حیراں نہیں کرتے

کیا فرض ہے سرؔور کہ بنو عشق میں کافر؟
کیوں اُس بت کافر کو مسلماں نہیں کرتے؟

نگاہیں ملانا، نگاہیں چرانا!
کوئی اُن سے سیکھے نظر میں سمانا

بہت سُن چکے رنج و غم کا فسانہ
ذرا ایک ساغر اِدھر تو بڑھانا

یہی چند آنسو، یہی چند آہیں
مِری زندگی کا بنی ہیں بہانہ!

یہی بزمِ فانی، یہی دورِ امکاں!
یہی، کیا یہی ہے ترا آستانہ؟

یہ ہے بزمِ ساقی، یہاں ہوش کیسا؟
یہاں تو خودی کا نہیں ہے ٹھکانہ

تمھیں کیا خبر میرے دل کی خلش کی
ذرا پھر تو اک بار نظریں ملانا!

وہ سرورؔ! وہی پارسا! رندِ مشرب؟
کہاں اُس نے سیکھا ہے پینا پلانا!

ہمیں یاد آئیں اکثر تری دلبری کی باتیں!
تری دوستی کی باتیں، تری دشمنی کی باتیں

جو نہ ہوتا پاسِ الفت، بھری انجمن میں ہوتے
تری بے رخی کے قصے، مری بیکسی کی باتیں

دلِ زار کیا ہوا ہے؟ یہ جنوں نہیں تو کیا ہے؟
کبھی آہِ بے سبب ہے، کبھی بیخودی کی باتیں

نہ تو ناز و دلربائی، نہ ہی شانِ کج ادائی
ہمیں بھا گئی ہیں ظالم! تری سادگی کی باتیں

زہے میری بے زبانی! کہ جو رشکِ صد زباں ہے!
کبھی گوشِ دل سے سنیے مری خامشی کی باتیں

یہ ادائے بے نیازی! یہ ادائے بے نیازی!
کرے جیسے اجنبی سے، کوئی اجنبی کی باتیں!

تری دل دہی کے صدقے، تری دوستی کے قرباں!
ہی خانہ ساز شکوے، وہی کج روی کی باتیں!

گہے آرزوئے دل ہیں، گہے آبروئے الفت
یہی دل لگی کی باتیں، یہی دل لگی کی باتیں!

نہ ہی دادِ بزمِ سرورؔ، نہ ستائشِ زمانہ
ترے کام خوب آئیں، تری شاعری کی باتیں!

مِرا ذوقِ محبت دیکھیے کیا گل کھلاتا ہے
خوشی پر ڈوبتا ہے دل، غموں پر مسکراتا ہے!

حریمِ ناز ہے یہ، ایک آتا، ایک جاتا ہے
تماشہ نت نیا شام و سحر کوئی دکھاتا ہے

گلہ کیسا، شکایت کس کی اور کیسی یہ بے کیفی؟
یہی ہوتا ہے میری جاں! کسی پر دل جو آتا ہے

رہِ الفت کا ہر ذرہ میرا ہمراز و مونس ہے
فسانہ کوئی کہتا ہے، غزل کوئی سناتا ہے!

تمہارے بعد جو بیتا زمانہ، ذکر کیا اُسکا؟
تمہارے ساتھ جو گزرا زمانہ یاد آتا ہے!

اسیرِ زندگانی ہوں، گرفتارِ زمانہ ہوں
مرا ہر تارِ ہستی اک نیا نوحہ سناتا ہے!

درودیوار میں ایسی بسی ہے بوئے جانانہ
میں جتنا بھولنا چاہوں وہ اتنا یاد آتا ہے!

زمانہ ساز تو ہوتا اگر سرورؔ تو اچھا تھا
مذاقِ سادہ تیرا کب کسی کو راس آتا ہے!

عشق کو معجزہ سمجھتے ہو؟
ناخُدا کو خُدا سمجھتے ہو؟

زندگی دھوپ چھاؤں کا ہے کھیل
تم اِسے اور کیا سمجھتے ہو!

تم کو اُسکی دُعا نہ لگ جائے
کیوں اُسے بیوفا سمجھتے ہو؟

صاحبو! کچھ خُدا کا خوف کرو
حُسن کو آشنا سمجھتے ہو؟

سب تمہارے کئے کا حاصل ہے
جو خُدا کی رضا سمجھتے ہو!

تم سے کوئی بُرا نہیں سرورؔ
کیوں کسی کو بُرا سمجھتے ہو؟

جان کر بن گئے ہو انجانے
اور سب مدعا سمجھتے ہو!

پہلے دنیا سے دل لگاتے ہو
پھر اُسے باوفا سمجھتے ہو!

خود سری اور اِس قدر سرورؔ!
آخر اپنے کو کیا سمجھتے ہو؟

کیوں ہر قدم پہ لاکھ تکلف جتایئے
اب آئے ہیں تو آیئے تشریف لایئے!

جی میں ہے زندگی کے مزے یوں اُٹھایئے
بربادِ عشق ہویئے، گھر کو جلایئے!

نظریں ملایئے، مرے دل میں سمایئے
بندہ نواز! فرقِ من و تو مٹایئے

ہے مصلحت یہی کہ حقیقت چھپایئے
دنیا کو دوسری کوئی صورت دکھایئے

یہ کیا کہ یاد کرکے ہمیں بھول جایئے
اور بھول کے بھی پھر نہ کبھی یاد آیئے

اک بار اور میرا کہا مان جایئے
دل آپ ہی ملیں گے، نظر تو ملایئے!

جس کو سلامِ لطف و محبت نہ ہو قبول
اُسکو سلام کیجیے اور لوٹ آیئے

کیا زندگی نے پہلے کسی کا دیا ہے ساتھ؟
سرورؔ دیئے اُمید کے پھر کیوں جلایئے؟

مقامِ ہجر میں لطف و کرم کی باتیں ہیں
خیالِ خامِ بتاں میں، حرم کی باتیں ہیں!

دلِ غریب ہے اور شادکامیٔ الفت
ترا خیال ہے اور کیف وکم کی باتیں ہیں

ترا پتہ ہے ہمیں اور نہ ہی خبر اپنی
شرابِ زیست ہے اور جامِ جم کی باتیں ہیں

وہی ہے وعدۂ فردا، وہی امیدِ وصال
وہی ہے تو، وہی قول وقسم کی باتیں ہیں

حیات و موت کا جب کوئی اعتبار نہیں
تو کیوں بھلا یہ وجود و عدم کی باتیں ہیں

قریب آ کے وہ اس میں سما گیا جب سے
مجھے عزیز بہت چشمِ نم کی باتیں ہیں

چلو وہ سامنے خم خانۂ محبت ہے
فضول ساری یہ دیر و حرم کی باتیں ہیں

مقامِ عشق کی عظمت ہے ضبطِ غم سرورؔ
اور ایک تم ہو کہ بس شامِ غم کی باتیں ہیں

داستانِ نا مُرادی، مختصر، دیکھے گا کون
'شہرِ نا پرساں میں میری چشمِ تر دیکھے گا کون'

با خبر ہوں میں کہ یکسر بے خبر، دیکھے گا کون
جب کسی میں بھی نہیں میری نظر، دیکھے گا کون!

لوگ کہتے ہیں کہ وہ موجود ہر ذرہ میں ہے
سر جھکا کر ہی چلے کوئی نہ گر، دیکھے گا کون!

گھر جلا ڈالے فقیہِ شہر نے یہ سوچ کر
لوگ اپنے ہیں، یہ اپنا ہے نگر، دیکھے گا کون!

یہ تماشہ گاہِ عالم خوب ہے لیکن ہمیں
دیکھنے سے خود کو فرصت ہو نہ گر، دیکھے گا کون!

کیا رہے گا شاد میرے بعد شہرِ آرزو!
گھر سمیٹے گا کوئی کیسے، یہ در دیکھے گا کون!

قدرداں ہی اہلِ دل کا اب کوئی باقی نہیں
داغِ دل، سوزِ الم، زخمِ جگر، دیکھے گا کون

خود نمائی، خود سری، سرؔور، اگر تجھ میں نہیں
لاکھ تو ہو باکمال و با ہنر، دیکھے گا کون!

فغاں کا ذکر کریں، آرزو کی بات کریں
اسی بہانے کسی خوب رو کی بات کریں

عجیب لوگ ہیں، دیوار و در سے ڈرتے ہیں
وگرنہ کیوں نہ وہ زخم و لہو کی بات کریں

قفس نصیب ہیں، نا آشنائے گل تو نہیں!
تو کیوں نہ شامِ الم، رنگ و بو کی بات کریں

غمِ حبیب سے فرصت، غمِ جہاں سے نجات
ملے، تو بیٹھ کے جام و سبو کی بات کریں

اسی طرح ہمیں شاید سکونِ قلب ملے
تری ادا کی، تری گفتگو کی بات کریں

جنہیں خود اپنا سراپا نظر نہیں آتا
غضب، وہ لوگ تری جستجو کی بات کریں!

خُدا شناس، وفا آشنا، نہ خود آگاہ !
پھر اس پہ اہلِ خرد، ہائے و ہو کی بات کریں

شبِ اُمید ڈھلی کب کی حضرتِ سرؔور
بڑھائیں محفلِ مے اور وضو کی بات کریں

کسی کی جستجو ہے اور میں ہوں
حجابِ رنگ و بو ہے اور میں ہوں

نگاہِ شرمگیں ہے اور تو ہے
بیانِ آرزو ہے اور میں ہوں

خُدایا بے نیازِ آرزو کر
یہی اک آرزو ہے اور میں ہوں

تمھیں میخانہء ہستی مبارک
مرا ٹوٹا سبو ہے اور میں ہوں

خود آگاہی مجھے یوں راس آئی
خُدا سے گفتگو ہے اور میں ہوں

وہ منظر، منظرِ حسن و محبت
وہی بس چار سو ہے اور میں ہوں

متاعِ زندگی تھوڑی ہے میری
یہی اک آبرو ہے اور میں ہوں

وفا نا آشنا تیری نظر ہے
دلِ آشفتہ خو ہے اور میں ہوں

مجھے فکرِ دو عالم کیوں ہو سرورؔ
ہ میرے رو برو ہے اور میں ہوں

جب جب وہ سر طور تمنا نظر آیا
میں کیسے کہوں وہ مجھے کیسا نظر آیا

ہستی کے دروبست کا مارا نظر آیا
ہر شخص تماشا ہی تماشا نظر آیا

دیکھا جو زمانہ کو کبھی اچھی نظر سے
جو بھی نظر آیا ہمیں اچھا نظر آیا

کعبہ میں جو دیکھا وہی بت خانہ میں پایا
جیسا وہ مرے دل میں تھا ویسا نظر آیا

اوروں پہ بڑھے سنگ ملامت جو لیے ہم
ہر چہرہ میں کیوں اپنا ہی چہرہ نظر آیا

کیا یہ بھی محبت کے تقاضوں میں ہے شامل
دریا میں نظر آیا تو صحرا نظر آیا

ڈھونڈا ہی نہیں ہم نے تمھارا کوئی ہمسر
ہاں تم کہو تم کو کوئی ہم سا نظر آیا

یوں اور بہت عیب ہیں سرورؔ میں ولیکن
کمبخت محبت میں تو یکتا نظر آیا

﴿۲۱﴾

کہاں سے آ گئے تم کو نہ جانے
بہانے، اور پھر ایسے بہانے؟

کوئی یہ بات مانے یا نہ مانے
مجھے دھوکا دیا میرے خُدا نے

زمانہ کیا بہت کافی نہیں تھا
جو تم آئے ہو مجھ کو آزمانے؟

لبوں پر مہرِ خاموشی لگی ہے
دلوں میں بند ہیں کتنے فسانے!

نہ موت اپنی، نہ اپنی زندگی ہے
مگر حیلے وہی ہیں سب پرانے

زمانے نے لگائی ایسی ٹھوکر
ہمارے ہوش آئے ہیں ٹھکانے

کہاں تک تم کروگے فکرِ دنیا
چلے آؤ کبھی تم بھی منانے

ہوائے نا مرادی تیرے صدقے
بہار اپنی نہ اپنے آشیانے

یہ دنیا، بے وفا، بے مہر دنیا
یہ روز و شب، یہ اس کے تانے بانے

جدا سب سے میرا ذوقِ نظر ہے
نہ شورِ گریہ، نہ آہ و فغانے

نہ وہ ساقی نہ وہ میخانہ باقی
کہاں آخر گئے اگلے زمانے؟

ذرا دیکھو کہ ڈر کر بجلیوں سے
جلا ڈالے خود اپنے آشیانے

ملیں گے ایک دن سرورؔ سے جا کر
اگر توفیق دی ہم کو خدا نے

تری بے نیازی، مری بے قراری
نہ وہ اختیاری، نہ یہ اختیاری!

امید سحر میں کٹی عمر ساری
شبِ آرزو جیسے تیسے گزاری!

بڑھاؤ تمنا کی لو کو بڑھاؤ
دکھاؤ ذرا اور تم غم گساری!

تماشا گہہ زندگی اللہ اللہ
کہیں آہِ سوزاں، کہیں اشک باری!

بتاؤ کہ تم اس کے مالک ہو کیسے؟
اگر واقعی ہے یہ قسمت ہماری!

عجب کیا کھلیں راز ہائے محبت
اگر گفتگو ہو ہماری تمھاری!

چلو خود سے باہر نکل کر تو دیکھیں
سنا ہے اُدھر کی بھی دنیا ہے پیاری!

کہیں دیکھ، سرؔور، تجھے لے نہ ڈوبے
تری اہلِ دنیا سے امیدواری!

آئینۂ حیرت ہوں تری جلوہ گری کا
عالم ہے یہ اب دیکھ مری بے خبری کا

بدنامی و رسوائی و آشفتہ سری کا
الزامِ زمانہ ہے مجھے بے ہنری کا

مت چھیڑ مجھے، باز آ، اے گردشِ دوراں!
کیا خوف نہیں تجھ کو ذرا پردہ دری کا؟

دیکھا تو بہت خود کو مگر کچھ نہیں دیکھا!
انجام ہے شاید یہ مری کم نظری کا

ہم خستہ نفس چین سے کب بیٹھنے پائے
دھڑکا جو رہا زیست کی بیداد گری کا

کہتا ہوں غزل صرف غزل کہنے کی خاطر
ورنہ مجھے کچھ شوق نہیں نام وری کا

سرؔور کوئی دم بیٹھ لو اربابِ جنوں میں
''کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سحری کا''

اگر مجھ کو نہ کچھ ادراک حسنِ یار کا ہوتا
تو پھر اپنی حقیقت سے میں کیوں کر آشنا ہوتا؟

خدا جانے رہِ الفت میں یوں ہوتا تو کیا ہوتا!
کہ آنکھیں بند ہوتیں اور تیرا سامنا ہوتا

خدا رکھے ہماری لذتِ آزار کو قایم
یہ دل آوارۂ الفت نہ ہوتا گر تو کیا ہوتا؟

دکھاتا کیوں بھلا میں داغِ ہائے غم زمانے کو؟
اگر تیری محبت کا مجھے کچھ آسرا ہوتا

یہ کیا اندازِ دلجوئی ہے، کیسی رسمِ الفت ہے؟
نہ سنتے بات میری آپ، خود تو کچھ کہا ہوتا!

مجھے شام و سحر گر آشنائے درد ہونا تھا
مرا دل بھی خدایا! ساری دنیا سے جُدا ہوتا

عجب کیا، گر محبت کو سمجھتا منزلِ آخر
یہی دردِ محبت آپ ہی اپنی دوا ہوتا!

خُدا لگتی کہو تم، کس طرح ممکن ہے کہ سرؔور
محبت آشنا ہو کر، خُدا نا آشنا ہوتا؟

کوئی بتائے یہ کیسا غمِ جُدائی ہے
وہ پاس بیٹھے ہیں اور یاد اُن کی آئی ہے

مرا نصیب! مجھے گھر کی راہ یاد نہیں
مری اسیری سے بڑھ کر مری رہائی ہے

کبھی یقین کی صورت، کبھی گماں کی طرح
مئے خراب مجھے زیست نے پلائی ہے

مجھے ملے تو ملے کس طرح سکونِ دل؟
ادھر ہے دردِ محبت، اُدھر خدائی ہے!

ہجومِ غم میں ہوں مجبور مسکرانے پر
خزاں کو دیکھیے کیسی بہار لائی ہے!

الٰہی! کیوں مری ہر لمحہ آزمائش ہے؟
تری بنائی ہوئی شے میں کیا برائی ہے؟

خُدا کا شکر کروں یا تری دُہائی دوں؟
مری وفا کا صلہ صرف جگ ہنسائی ہے

ہے جس خیال میں مصروف روز و شب سرؔور
وہ یاد بھی تو اسی کی طرح پرائی ہے

یاد بھی خواب ہوئی، یاد وہ آتے کیوں ہیں؟
روز و شب اک نیا افسانہ سناتے کیوں ہیں؟

روز مر مر کے بھلا یوں جیۓ جاتے کیوں ہیں؟
زندگی ہم ترے احسان اُٹھاتے کیوں ہیں؟

سب کو معلوم ہے دنیا کی حقیقت پھر بھی
قصہء درد زمانے کو سناتے کیوں ہیں؟

کون سمجھائے یہ سمجھانے کی باتیں کب ہیں؟
کس لئے خوار ہوئے، ہوش سے جاتے کیوں ہیں!

رنج و آلام کا، رسوائی و ناکامی کا
لوگ ہر بات کا افسانہ بناتے کیوں ہیں؟

آہ دنیا کی یہ انگشت نمائی، توبہ!
پوچھئے ہم سے کہ یوں جان سے جاتے کیوں ہیں؟

بندگی سے ہمیں کب آپ کی انکار رہا؟
بات بے بات پھر احسان جتاتے کیوں ہیں؟

عشق تو ٹھیک ہے لیکن یہ خیانت سرورؔ؟
جان جب اپنی نہیں، جان لٹاتے کیوں ہیں؟

جو کم نصیبی کا اپنی خیال آتا ہے
زباں پہ نامِ خُدا اک سوال آتا ہے!

نہ جانے کون سی منزل پہ جا لگی ہستی
سکوں کے نام پہ ہم کو ملال آتا ہے

خبر کرو مری افسردہ آرزوؤں کو
وہ آج نازشِ حسن و جمال آتا ہے!

شبِ سیہ کو مری دیجئے نویدِ سحر
سنا ہے آپ کو یہ بھی کمال آتا ہے!

رہا نہ لذتِ فرقت سے اب کوئی مانوس
جسے بھی دیکھئے بہرِ وصال آتا ہے!

خُدا ہی وعدہ ء فردا کی تیرے خیر کرے
ہمارے دل میں یونہی احتمال آتا ہے!

جواب جس کا ہو ایسا کہ لا جواب کرے
ہمارے لب پہ وہی کیوں سوال آتا ہے!

بساطِ بزم سجے شمعِ انجم جاگے
خوشا! کہ سرورِؔ شیریں مقال آتا ہے

اُمیدِ کرم، حسرتِ دیدار ہے، میں ہوں!
آشفتہ نصیبی ہے، شبِ تار ہے، میں ہوں!

کچھ دن تو کرو سیر مری فکر و نظر کی!
یہ شہرِ غزل گلشنِ بے خار ہے! میں ہوں!

بیگانۂ سرمستئ منصور نہیں ہوں
یہ عشق ہے، یہ لذتِ آزار ہے، میں ہوں!

تو لاکھ اُٹھایا کرے دیوار پہ دیوار
یہ دیکھ، ترا سایۂ دیوار ہے، میں ہوں!

پابستۂ آدابِ زمانہ ہو کہ تم ہو
اور اُن سے طبیعت مری بیزار ہے، میں ہوں

دیوانہ اگر مجھ کو سمجھتی ہے یہ دنیا
سمجھا کرے،اے دوست،کب انکار ہے؟میں ہوں!

خوش کام و جنوں خیز و خود آموز و خودی ساز
یہ نوکِ قلم، جراءتِ اظہار ہے، میں ہوں!

کیا مجھ کو ڈرائیں گے شبِ غم کے اندھیرے!
سرؔور مرا یہ دیدۂ بیدار ہے، میں ہوں

سوزِ دل کو آشنائے ساز ہونا چاہیے
عاشقی میں رنگ و حسنِ ناز ہونا چاہیے!

آ ہی جائے گی شکستہ بازوؤں میں جان بھی
شرط یہ ہے جذبۂ پرواز ہونا چاہیے!

قصۂ غم دل ہی سے کہہ لیتا ہوں میں ہار کر
کوئی تو آخر مرا ہمراز ہونا چاہیے

ہے اگر بیگانۂ ہستی تو پھر بیکار ہے
شاعری کو وقت کی آواز ہونا چاہیے!

کب تلک آویزشِ دُنیا و عقبیٰ کب تلک؟
صاحبو! دنیا کو عقبیٰ ساز ہونا چاہیے!

زندگی اور زندگی کی بندشوں کو چھوڑ کر
دل کو سرگرمِ نیاز و ناز ہونا چاہیے

کیا ضروری ہے کہ وہ انجام سے ہو باخبر؟
عشق کو شائستۂ آغاز ہونا چاہیے!

منتظر ہیں بزم میں سارے ہی اربابِ سخن
تجھ کو سرؔور زمزمہ پرداز ہونا چاہیے!

میری نظر کا ہے، نہ تمھاری نظر کا ہے
سارا فساد گردشِ شام و سحر کا ہے!

یہ شوقِ نامراد، یہ منزل کی دوریاں
اس پر ارادہ دشتِ جنوں کے سفر کا ہے!

کیوں آپ اس قدر ہیں خفا عرضِ حال پر؟
صاحب! معاملہ تو یہ اپنے ہی گھر کا ہے!

ذکرِ حبیب، یادِ خُدا، فکرِ روزگار!
قصہ یہ ایک پل کا نہیں، عمر بھر کا ہے!

آئینہء مجاز حقیقت شناس ہے
اب کام ہے تو آپ کے حسنِ نظر کا ہے!

غربت میں بیکسوں کو بھلا پوچھتا ہے کون؟
کیا اعتبار سایہء دیوار و در کا ہے!

آشفتگانِ کوئے ملامت کہاں گئے؟
دنیا کو انتظار کسی دیدہ ور کا ہے!

سرورؔ جو اُٹھ کے صحنِ حرم سے نکل گیا
کیا جانیئے کہ اُس کا ارادہ کدھر کا ہے؟

کیا پوچھتے ہو مجھ سے مری شورشِ جذبات؟
اک شہرِ طلسمات ہے، اک شہرِ طلسمات!

کیوں آتے نہیں آپ یہاں بہرِ ملاقات؟
کہنے کو تو کہہ دوں وَلے چھوٹی ہے بہت بات!

تم شادِ محبت رہے، ہم کشتہء آفات
شاید یہی کہلاتی ہے دنیا میں مساوات!

ہے زیست کی، واللہ، عجب صورتِ حالات
سب علم و یقیں ہوگئے پا بستہء شبہات

میں بھی کسی دھندلے سے تصور میں ملوں گا
یاد آئیں گے جب تم کو یہ گزرے ہوئے لمحات

وہ وقت پڑا ہے کہ بھلی دل کو لگی ہیں
اپنوں کی مدارات سے غیروں کی شکایات!

پابندیء غم، بندِ الم، صبر و تحمل
آدابِ محبت کے ہیں کیسے یہ مقامات!

سرورؔ کو کہاں ڈھونڈتے ہو دیر و حرم میں؟
ہوگا کسی میخانے میں وہ رندِ خرابات!

بندہ نواز! صورتِ حالات اور ہے
دنیا کی بات اور، مری بات اور ہے!

حالات خود بدل کے سرِ شامِ آرزو
وہ کہہ گئے، تقاضہء حالات اور ہے!

اس عشقِ نامراد کی خانہ خرابیاں
دن جیسے تیسے بیت گیا، رات اور ہے!

اے سوزِ عشق اس کا بھی قصہ تمام کر
ایماں کے ساتھ جان کی سوغات اور ہے!

کیا پوچھتے ہو لذتِ آزارِ انتظار؟
ملنا ہے اور، شوقِ ملاقات اور ہے

کٹنے کو زندگی تو کسی طور کٹ گئی
سنتے ہیں ایک دورِ طلسمات اور ہے!

''طے کرچکا ہوں راہِ محبت کے مرحلے''
بس ایک سنگِ راہ مری ذات اور ہے

سرورؔ خیال آپ کو آیا نہیں ذرا؟
''ہے عشق اور، عزتِ سادات اور ہے!''

وقت کے ہاتھوں حکایاتِ انا بھول گئے
ہم وفا بھول گئے، آپ جفا بھول گئے!

کس کو سمجھائیں یہ سمجھانے کی باتیں کب ہیں؟
وصل کب یاد رہا، ہجر میں کیا بھول گئے!

کیا چمن چھوڑا، پلٹ کر نہیں دیکھا اس کو
رنگِ گل، بوئے سمن، بادِ صبا، بھول گئے!

ایسا ویران ہوا کعبہء ہستی یارب!
رہ گئے ہاتھ اُٹھے، حرفِ دعا بھول گئے!

حسن سرشاریء انداز و ادا سے گزرا
اور سب اہلِ وفا، رسمِ وفا بھول گئے!

بجھ گئی شمعِ جنوں، لُٹ گئی بزمِ یاراں
اہلِ دل، سوزشِ جاں ہوتی ہے کیا، بھول گئے!

شہرِ جاناں میں نہیں پوچھنے والا کوئی
کون ہو، آئے ہو کیوں، تم یہاں کیا بھول گئے؟

خوب سرورؔ تمھیں اُمیدِ کرم یاد رہی
کیا ستم ہے کہ گناہوں کی سزا بھول گئے!

سرورؔ کسی صورت تجھے آرام نہ آیا!
دن رات کا رونا تیرے کچھ کام نہ آیا!

جو دل پہ گزرتی ہے بتائیں بھلا کیسے
کیا کہیے ہمیں ایک یہی کام نہ آیا!

اک عمر کٹی محفلِ ہستی میں ہماری
صہبائے محبت کا مگر جام نہ آیا!

کب تجھ کو رہا پاسِ وفا، پاسِ خموشی؟
جینے کا سلیقہ، دلِ ناکام نہ آیا!

پابندِ وفا ہو کے تجھے کیا ملا اے دل؟
سر تیرے بتا کون سا الزام نہ آیا؟

خود کامیء و شوریدہ سری دل کو نہ بھائی
مومن تھے ہمیں سجدہء اصنام نہ آیا!

وارفتہ مزاج ایسے ہوئے عشق میں، یارو!
پھر لب پہ کبھی شکوہء ایام نہ آیا

آغازِ محبت کے مزے یاد ہیں سرورؔ
اُس وقت تمھیں خدشہء انجام نہ آیا؟

کوئی قضا اسے سمجھے، کوئی بلا جانے
نہ کی ہو جس نے محبت بھلا وہ کیا جانے!

جو اک نظر کو تری آپ سے سوا جانے
شبِ فراق بھی وہ وصل کا مزا جانے

نہ آرزو، نہ تمنا، نہ حسرت و اُمید
دلِ غریب کو کیا ہوگیا خُدا جانے

وہ جس کی عمر تلاشِ سکوں میں گزری ہو
بتاؤ کیسے نہ ہر سانس کو سزا جانے؟

کہیں کہیں سے کتابِ حیات دیکھی ہے
وہی پڑھے اسے جو خود کو با خُدا جانے

اُدھر زمانہ ہے، رسوائی سے ڈراتا ہے
اِدھر یہ دل کہ غمِ عشق کو خُدا جانے

کسی کی یاد کے سائے میں تھک کے بیٹھا ہوں
یہ سایہ جس کو میسر ہو، اور کیا جانے؟

ہوا ہے ایسا گرفتارِ آرزو سرورؔ
نہ ابتدا کی خبر ہے، نہ انتہا جانے

جلوہ گر پھر وہ ماہتاب ہوا
دیکھنا ! اک جہاں خراب ہوا

چشمِ نم رہ گئی سوالی سی
اشک اپنا ہی خود جواب ہوا

کون سمجھائے، کس کو سمجھائے؟
عشق میں کیوں کوئی خراب ہوا

بزمِ ہستی میں آ کے پچھتائے
ایک اک حرف کا حساب ہوا

معجزہ ہے گناہِ الفت بھی
حد سے جب بڑھ گیا ثواب ہوا

سوز و سازِ حیات کے ہاتھوں
ختمِ افسانہء شباب ہوا

بھول کر جب نظر پڑی خود پر
رنجِ دنیا خیال و خواب ہوا

رنگِ ہستی کو دیکھ کر سرؔور
غم ہوا، اور بے حساب ہوا

یہ صبح و شام کی الجھن، یہ روز و شب کی یاد
سناؤں کیا تمھیں افسانہء دلِ برباد!

جو آئے یاد تو دل ڈوب ڈوب جاتا ہے
جو اُس کو بھولنا چاہوں تو اور آئے یاد

خوشی کی چاندنی دیکھی نہ راحتوں کی دھوپ
زیادہ اس سے بھلا ہوگی اور کیا اُفتاد؟

میں خود کو ڈھونڈنے نکلا تو راستہ نہ ملا
دلیلِ راہ نظر تھی مری، سو بے بنیاد!

شکستہ حالیء اہلِ وفا، معاذ اللہ!
اُدھر ہے ایک زمانہ، اِدھر دلِ ناشاد

فقیہہِ شہر کو فرصت کہاں سیاست سے؟
غریبِ شہر سنائے بھلا کسے فریاد؟

تصّرفاتِ یقین و گماں نے لوٹ لیا
وگرنہ ایسا نہ تھا شہرِ آرزو برباد

خیال و خواب کی دنیا ہے اور میں سرؔور
اُمیدِ داد ہے مجھ کو نہ شکوہء بیداد

دل دُکھا کر آپ نے پوچھا، 'کہو کیسا لگا؟'
کیا بتاؤں، آپ کا یوں پوچھنا اچھا لگا!

ہر نفس میرا تھا وقفِ صد جہانِ آرزو
غور سے دیکھا تو نظروں کا فقط دھوکا لگا

یہ گماں ہے، یا حقیقت، یا مرا حسنِ نظر؟
جو ملا مجھ کو رہِ الفت میں وہ تم سا لگا

کیسی کیسی یاد لے کر آئی ہے بوئے بہار
شاخ پر جو گل کھلا، وہ ایک افسانہ لگا

ہم تماشا گاہِ عالم میں تماشائی رہے
جو ہوا، جیسا ہوا، جس پر ہوا، اچھا لگا

جب میں کہتا تھا، کوئی سنتا نہیں تھا میری بات
اب جو ہوں خاموش تو دنیا کو دیوانہ لگا

بوئے گل، سوزِ الم، رنجِ وفا، رنگِ شفق
جس کو دیکھا غور سے میں نے تو پردہ سا لگا

دل کی آنکھیں جب کھلیں سرؔور تو پھر نامِ خُدا
آشنا اچھا لگا، نا آشنا اچھا لگا

آہ پہلی سی کوئی بات کہاں؟
اب کہاں دن وہ، اور وہ رات کہاں؟

زندگی، زندگی پکار آئے
زندگی کو مگر ثبات کہاں؟

تم چلے آؤ بن بلائے ادھر
ایسے ہوتے ہیں حادثات کہاں؟

ہو گئی شہر شہر رسوائی
دیکھ پہنچی کہاں سے بات کہاں؟

تجھ کو سمجھوں کہ خود کو پہچانوں؟
آ گئی بیچ میں یہ بات کہاں؟

ڈوب کر خود میں پا لیا تجھ کو
اب مجھے فکرِ کائنات کہاں!

ہو نہ ہو یہ نظر کا دھوکا ہے
تم کہاں اور التفات کہاں!

شکوہء زیست کیا کریں سرؔور؟
رنج و آلام سے نجات کہاں؟

دل یہ کہتا ہے، طوافِ کوئے جانانہ سہی!
شرط ہے سجدہ وفا کا، سو وہ رندانہ سہی!

جی نہیں بھرتا سنے جاتے ہیں سب شام وسحر
زندگی ٹوٹے ہوئے خوابوں کا افسانہ سہی!

رشتۂ الفت سنور جانا کمالِ عشق ہے
گوشۂ مسجد نہیں تو بابِ میخانہ سہی

پاسداری آپ کو دنیا کی ہے گر اس قدر
عار کیوں ہے مجھ سے ملنے میں؟ حریفانہ سہی!

بجھ گئی بادِ مخالف سے جو شمعِ انجمن
پھر دلیلِ راہِ منزل، خاکِ پروانہ سہی!

عشق میں فرقِ مراتب؟ الامان و الحفیظ!
رنگِ شاہانہ سہی، طرزِ گدایانہ سہی!

اصلِ ایماں کیا ہے؟ یادِ یار ہے اور کچھ نہیں
مسجد و منبر سہی، یا کوئی بت خانہ سہی!

سرورؔ ناکام اپنے کام میں ہشیار ہے
آپ دیوانہ سمجھتے ہیں، تو دیوانہ سہی!

سوزِ پنہاں کے سوا، حالِ پریشاں کے سوا
دہر میں کیا ملا رنج وغم و حرماں کے سوا؟

''یک نفس بیش نہ تھی فرصتِ ہستی اپنی''
یاد کچھ بھی تو نہیں موسمِ ہجراں کے سوا

لوگ تو بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں
شورِ محشر نہیں کچھ شورشِ ارماں کے سوا

جب کھلی آنکھ تو یہ راز سمجھ میں آیا
زندگی کچھ نہیں اک رازِ پریشاں کے سوا

''دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں''
کچھ نظر آتا نہیں صورتِ جاناں کے سوا

کون اُلجھے تری دنیا سے کہ یارب اس میں
ہے تو کہنے کو بہت کچھ،مگر انساں کے سوا

آؤ واپس چلیں میخانۂ الفت کی طرف
گردشیں اور بھی ہیں گردشِ دوراں کے سوا

فکرِ عقبیٰ، غمِ دنیا و تمنائے حبیب
رنج سرورؔ کو بہت ہیں، غمِ انساں کے سوا

http://www.kitaabghar.com

وہ حسنِ بلا خیز، یہ اندازِ محبت!
ایسا نہ ہو کھل جائے کہیں رازِ محبت!

میں جب ہوا شائستۂ اعجازِ محبت
خاموشی مری بن گئی آوازِ محبت

ہر ذرۂ ہستی ہوا ہمرازِ محبت
جب سوزِ محبت میں ملا سازِ محبت!

یہ رسمِ وفا صرف ہمارے ہی لئے ہے
اوروں کا جُدا اس سے ہے اندازِ محبت!

ہر لمحۂ غم وجۂ سکوں بن گیا کیسے؟
اللہ رے گھر باریٔ اعجازِ محبت!

جو دل پہ گزرتی ہے وہ کس دل سے بتائیں؟
انجام بنا جاتا ہے آغازِ محبت

ہم تیرہ نصیبوں کا مقدر ہے تو یہ ہے
افسانہ ہوا جاتا ہے ہر رازِ محبت

دنیا کی نگاہوں میں بُرا بن گیا سرورؔ
جس دن سے ہوا زمزمہ پردازِ محبت

جان تم پر نثار کرتے ہیں
بس یہی کاروبار کرتے ہیں

صاحبو! ہم غزل کی صورت میں
زخمِ دل آشکار کرتے ہیں

تم اُدھر اہتمامِ دار کرو
ہم اِدھر ذکرِ یار کرتے ہیں

ہم ہیں خود زندگی سے شرمندہ
آپ کیوں شرمسار کرتے ہیں؟

اہلِ دنیا کی گر یہی ضد ہے
خامشی اختیار کرتے ہیں

پہلے دنیا سے دل لگاتے ہیں
پھر گلے ہم ہزار کرتے ہیں

خود تماشا ہیں، خود تماشائی
اس طرح خود کو خوار کرتے ہیں

کس قدر سادہ لوح ہیں سرورؔ!
حسن کا اعتبار کرتے ہیں!

دل کی ہی دل میں رہ گئی حسرت گناہ کی
اُس نے کچھ اس طرح مری جانب نگاہ کی

نظریں ملیں تو آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
یہ انتہا ہے آپ سے اب رسم و راہ کی

آلامِ روزگار سے بیگانہ کر دیا
کیا بات ہے ترے کرمِ گاہ گاہ کی!

دل میں جلا جلا کے بجھاتے رہے چراغ
جیسے بھی ہو سکا شبِ غم سے نباہ کی

''یارانِ تیز گام نے منزل کو جا لیا''
ہم خاک چھانتے ہی رہے صرف راہ کی

اس عشقِ نامراد کی خانہ خرابیاں!
دنیا تباہ کی، مری دنیا تباہ کی!

کیا ہم نہ ہوتے واقفِ آئینِ عاشقی؟
ملتی ذرا سی اور جو فرصت نگاہ کی!

بیگانۂ خلوص و وفا عاشقی میں ہو
سرورؔ ذرا تو فکر کرو زادِ راہ کی

آہوں کی بارات سجی ہے، اشکوں کی برسات ہوئی ہے
آپ جو یوں خاموش ہیں بیٹھے، کوئی تو آخر بات ہوئی ہے!

عمر بھی ہے کیا خوب تماشا، ہر لمحہ اک افسانہ ہے
رتی رتی صبح ہوئی تھی، تولہ تولہ رات ہوئی ہے

وقت کے ہاتھوں شعر و سخن کی منزل کھوٹی سی ہے
نادانی انعام ہوئی ہے، کم فہمی سوغات ہوئی ہے

اہلِ خرد نادان ہیں کتنے، دیوانوں سے خوفزدہ ہیں
دیوانوں سے ہر منزل میں، دورِ شبِ ظلمات ہوئی ہے

اُلٹی سیدھی چالیں چل کر، آنکھ بچا کے مہرہ بدل کے
شاطرِ قسمت ہنستی جائے ''مات ہوئی ہے، مات ہوئی ہے!''

اپنوں نے چہرے بدلے تو غیر سے شکوہ کرنا کیسا
سورج مشرق میں جا ڈوبا، وہ شکلِ حالات ہوئی ہے

خود آگاہی حاصل آخر ہوئے گر تو ہوئے کیوں کر
ہر منزل، ہر ایک قدم پر حائل اپنی ذات ہوئی ہے

راہِ وفا آسان نہ کرنا، سرورؔ یاد ہمیشہ رکھنا
دنیا داری اس منزل میں تمہیدِ آفات ہوئی ہے

آؤ جینے کا اہتمام کریں
قصۂ زندگی تمام کریں

اہلِ دنیا ذرا یہ کام کریں
رسمِ الفت جہاں میں عام کریں

جو بہاروں سے پیار کرتے ہیں
وہ خزاں کا بھی احترام کریں

فکرِ دنیا وبالِ جان ہوئی
دور سے اب اسے سلام کریں

راہ لگ جائیں سارے اہلِ خرد
اہلِ دل کو اگر امام کریں

آپ اُدھر خوش رہیں، اِدھر ہم خوش
کاش ایسا کچھ انتظام کریں

سخت مشکل ہے زندگی کرنا
سوچ کر یہ خیالِ خام کریں

خود ستائی کو چھوڑ کر سرورؔ
خود شناسی کا التزام کریں

جو روا تھے پہلے اب وہ نا روا کیوں ہو گئے؟
سلسلے الفت کے وحشت آشنا کیوں ہو گئے؟

سازِ ہستی دھڑکنوں سے دل کی نغمہ ریز تھا
اب وہ نغمے رہروِ راہِ فنا کیوں ہوگئے؟

گردشِ دوراں بتا اتنا رہِ امید میں
آشنا جتنے تھے سب نا آشنا کیوں ہوگئے؟

کس نے تم سے التجا کی تھی نگاہِ لطف کی؟
"تم کسی کی زندگی کا آسرا کیوں ہوگئے؟"

چشمِ نم کل تک دلیلِ سوزِ و سازِ عشق تھی
آج یہ آنسو وفاؤں کی سزا کیوں ہوگئے؟

حسرت و امید پر ہوتا تھا اپنا اختیار
کوئی بتلائے کہ یہ بندے خُدا کیوں ہوگئے؟

کیا ہوا میں نے اگر اپنا فسانہ کہہ دیا؟
تم بھی دل کی بات کہہ لیتے، خفا کیوں ہوگئے؟

گردشِ تقدیر نے سرورؔ کو حیراں کر دیا
پوچھتا ہے خواب وہ سارے ہوا کیوں ہوگئے؟

ہم کو اپنا پتا نہیں ملتا
کیوں کہیں ہم خُدا نہیں ملتا؟

اے شبِ ہجر تیری عمر دراز!
تجھ سا درد آشنا نہیں ملتا!

دوستی تیری ساری دنیا سے
مجھ سے کیوں دل ترا نہیں ملتا؟

ہو گئے غم سے اس طرح مانوس
اب خوشی میں مزا نہیں ملتا

خود ہی کہتے ہیں خود ہی سنتے ہیں
جب کوئی دوسرا نہیں ملتا

عشق میں کیا رکھا ہے یہ مت پوچھ
دیکھ یہ اس میں کیا نہیں ملتا!

کھو گیا اس طرح میں اپنے میں
ڈھونڈتا ہوں پتا نہیں ملتا

میکدوں میں جنابِ سروؔر سا
ایک بھی پارسا نہیں ملتا!

اک آن میں تمام مرا کام کر گئی
''دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی''

تم نے اُمید توڑ کے اچھا نہیں کیا
تھی جس کے دم سے رونقِ شام وسحر، گئی

وارفتگیء شوق! ارے آرزوئے شوق!
دیکھوں گا تجھ کو دل سے نکل کر اگر گئی

کتنے فسانے کہہ گئی شمعِ شبِ فراق
کیوں چھیڑنے اُسے مری آہِ سحر گئی؟

یارانِ میکدہ کو مبارک ہو دورِ جام
جیسی کٹی ہماری بھی اچھی گزر گئی

میں کس طرح بتاؤں کہ جینے کی آرزو
اک حادثے میں آپ ہی بے موت مر گئی

میں باخبر ہوں ایسا خود اپنی خبر نہیں
میری نگاہِ شوق کہاں پر ٹھہر گئی

وہ طاقت و مجال، نہ وہ سوز و ساز ہے
سروؔر وہ تیری شعلہ بیانی کدھر گئی؟

فکرِ دنیا کہاں اور سرورِ بدنام کہاں!
وہ کہاں اور بھلا رسم و رہِ عام کہاں؟

اہلِ دنیا کی یہ انگشت نمائی، توبہ!
قتل کس نے کیا اور لگ گیا الزام کہاں؟

ایک اک لمحے کو سینے سے لگا رکھتا ہوں
کیا خبر مجھ کو کہ ہے صبح کہاں، شام کہاں

یہ غریب الوطنی، اس پہ یہ تنہائی، آہ
آ گئی لے کے مجھے قسمتِ ناکام کہاں

دل دھڑکنے کی سزا کربِ مسلسل ٹھہرا
کھینچ لائی ہمیں تو اے گردشِ ایام کہاں

شکوۂ زیست، غمِ دہر، خیالِ جاناں
ہائے پہلے سا وہ رنگِ سحر و شام کہاں!

مذہبِ عشق نے سکھلائی خُدا آگاہی
فکر ہم کیوں کریں، کیا کفر ہے، اسلام کہاں؟

چھوڑ سرورؔ بھلا اس خواب میں رکھا کیا ہے
اب تری یوں ہی کٹے گی، تجھے آرام کہاں!

آپ آئے یاد کی وہ فتنہ سامانی گئی
تھی ہمیں دن رات کی جو اک پریشانی، گئی

اہلِ دل اُٹھے، جنوں کی چاک دامانی گئی
وائے حسرت! آرزوؤں کی غزل خوانی گئی

اعتبارِ ہستیٔ موہوم اک افسانہ تھا
غور سے خود کو جو دیکھا، ساری حیرانی گئی

عمر بھر ہم آشنائے گل، خزاں دیدہ رہے
گلشنِ ہستی میں اپنی قدر کب جانی گئی؟

آہ! یہ موجِ حوادث کی کرم فرمائیاں
ہم سے اپنی شکل بھی مشکل سے پہچانی گئی

کس کو فرصت ہے کہ سوچے امتحانِ دہر میں
خوئے انسانی گئی کہ روحِ انسانی گئی

مجھ کو کیا ہوگا بھلا حاصل بیانِ حال سے
آپ کی محفل میں پہلے کب مری مانی گئی؟

جب سے وہ آئے ہیں تو بت کی طرح خاموش ہے
یہ بتا سرورؔ کہاں تیری ہمہ دانی گئی؟

محبت کیا ہے، کیا ہے آرزو، بیگانگی کیا ہے؟
فریبِ یک نظر ہے اور یہ دل کی لگی کیا ہے!

خُدائی اور خُدا کا ربط و ضبطِ باہمی کیا ہے؟
یہی الہام وعرفاں ہے، وگرنہ اور وحی کیا ہے؟

زمانہ باز آتا ہی نہیں چرکے لگانے سے
کوئی پوچھے ذرا اس سے یہ آخر دل لگی کیا ہے؟

کسی سے ہنس کے مل لینا، کسی سے بات کر لینا
یہی تو ہے عبادت اور آخر بندگی کیا ہے؟

مرا احساسِ محرومی مجھے جینے نہیں دیتا
وہ اندازِ سخن کیوں تھا، یہ رنگِ بے رخی کیا ہے؟

خُدا آگاہ ہو جاتا ہے انساں خود شناسی سے
وگرنہ گمرہی ہے نام کس کا، آگہی کیا ہے؟

لئے پھرتا ہوں دل میں سیلِ غم ہائے زباں بندی
نہ پوچھ اے گردشِ دوراں کہ وجہِ خامشی کیا ہے؟

نہ میں آغاز ہوں اس کا نہ ہی انجام ہوں سرورؔ
مری قسمت سے ظاہر ہے، مآلِ زندگی کیا ہے!

سرورؔ کو جہاں دیکھو وہاں خوار بہت ہے
شاید وہ محبت کا گنہگار بہت ہے

تم ہو کہ کسی طرح تسلی نہیں تم کو
ہم ہیں کہ ہمیں لذتِ آزار بہت ہے!

بن بن کے بگڑ جاتی ہے تصویرِ محبت
اس شہر میں پابندیٔ افکار بہت ہے

ہو تیرا تغافل کہ تری نیم نگاہی
اس راہ میں تھوڑا سا بھی اقرار بہت ہے

کس طرح سے ہو فیصلہ کہ تیری عنایت
سو بار بہت کم ہے کہ اک بار بہت ہے

دل یونہی دھڑکتا رہے ہر تارِ نفس میں
اتنی ہی توجہ نگاہِ یار! بہت ہے

اللہ رکھے آپ کی دیوار سلامت
ہم کو تو فقط سایۂ دیوار بہت ہے

زنہار کبھی باتوں میں سرورؔ کی نہ آنا
کہنے کو ہے دیوانہ پہ ہشیار بہت ہے

نگاہوں کا اشارہ ہو رہا ہے
کہ جنت کا نظارہ ہو رہا ہے؟

الٰہی! کھول دے دنیا پہ وہ سب
جو مجھ پر آشکارہ ہو رہا ہے

میں رگ پہچانتا ہوں زندگی کی
ہر اک طوفاں کنارہ ہو رہا ہے

فقط صنفِ سخن ٹھہری محبت
ستم اک استعارہ ہو رہا ہے

طریقت میں جو سب کچھ نا روا تھا
محبت میں گوارہ ہو رہا ہے

غمِ دنیا سے فرصت تھی نہ جس کو
وہی دل اب تمھارا ہو رہا ہے

نہ دیں اپنا، نہ دنیا ہے ہماری
بہر صورت خسارہ ہو رہا ہے

ہمارا حال اب ایسا ہے سرؔور
دعاؤں پر گزارہ ہو رہا ہے

زخمِ دل رشکِ مہ و غیرتِ خورشید نہیں
پھر بھی میں اُس کی سحر تابی سے نومید نہیں

بے نیازی نے تری راز یہ کھولا مجھ پر
''طالبِ دید تو ہوں مستحقِ دید نہیں''

آپ ہی نام بتائیں مری اس حالت کا
موت آتی نہیں اور زیست کی اُمید نہیں

وہ غزل کیا جو غمِ عشق سے منسوب نہ ہو
شعر کیا جس کو ترے حسن کی تائید نہیں

ہے وہی ایک خیال، ایک ہی دل ہے میرا
پھر بھی دنیا یہ سمجھتی ہے یہ توحید نہیں

اپنے حالات زمانے کو بتاؤں کیوں کر
اپنے حالات سے میں خود بھی پر اُمید نہیں

ابر کی بڑھتی طوفاں کا پتا دیتی ہے
یہ تغافل بھی جُدائی کی تو تمہید نہیں

کچھ تو دنیا میں سخنور نہیں ایسے باقی
اور سرؔور بھی ادھر بندہء تقلید نہیں

صورتِ رنگِ گل و بوئے سمن جاتے ہیں
جس طرف جاتے ہیں وہ توبہ شکن جاتے ہیں

اُن کے ملنے کی ادا یاد رہے گی یارو!
جھک کے جتنے بھی ملو اور وہ تن جاتے ہیں!

تم اُٹھایا کرو دیوار مگر یاد رہے
''ہم تو آواز ہیں دیوار سے چھَن جاتے ہیں''

آہ! یہ طرزِ وفاداریء اہلِ دنیا!
جیسی ہوتی ہے ضرورت وہی بن جاتے ہیں

اُن کی یہ طرزِ جفا خوب ہمیں راس آئی
روٹھتے روٹھتے وہ آپ ہی مَن جاتے ہیں

خود شناسی ہی خُدا بینی کا عنواں تو نہیں؟
بس یہی دھن ہے، اسی دھن میں مگن جاتے ہیں

آپ آتے ہیں تو ویرانے میں آتی ہے بہار
اور اُٹھتے ہی بکھر کتنے چمن جاتے ہیں

سرورؔ اب میری فغاں کون ہے سننے والا؟
محفلِ شعر سے اربابِ سخن جاتے ہیں

آپ آتے ہیں تو ملنے سے خوشی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز محبت کی گھڑی ہوتی ہے

دل جو دنیا سے اُٹھایا تو ملا خود کا پتا
بیخودی میں بھی نہاں رسمِ خودی ہوتی ہے

منزلِ عشق کی آسانیاں، اللہ اللہ!
سہل سمجھو جسے دشوار وہی ہوتی ہے

میں جو ہنستا ہوں تو کوئی نہیں ہنسنے والا
اور روتا ہوں تو دنیا کو خوشی ہوتی ہے

عشق میں ہوش اُڑے جب تو سمجھ میں آیا
ضامنِ ہوش یہی بے خبری ہوتی ہے

لاکھ دل اُس سے لگاؤ بھی تو ہوتا کیا ہے؟
دوست کس کی بھلا دنیائے دنی ہوتی ہے

ہم کو شمشیر و سلاسل سے ڈرانے والو!
کہیں ایسے بھی محبت میں کمی ہوتی ہے؟

کیا مزے آتے ہیں پھر شامِ تمنا سرورؔ
میں ادھر اور اُدھر آشفتہ سری ہوتی ہے

فغاں بے فیض کیوں ہے، نالہ ءدل بے اثر کیوں ہے؟
نظامِ محفلِ حسنِ ازل زیر و زبر کیوں ہے؟

زمین و آسماں کو ہم سے رنجش اس قدر کیوں ہے؟
مقدر میں ہمارے گردشِ شام و سحر کیوں ہے؟

نہ میں بدلا، نہ غم بدلا، نہ رنگِ داستاں بدلا
خُدارا یہ بتا، بدلی ہوئی تیری نظر کیوں ہے؟

ملے گا کیا دلِ برباد! مانگے کے اُجالے سے؟
تو اُس کی جستجو میں خود سے اتنا بے خبر کیوں ہے؟

اُدھر اُن کی جفائیں ہیں، اِدھر اپنی وفائیں ہیں
چلو مانا کہ دستورِ محبت ہے، مگر کیوں ہے؟

تمھیں کہنا ہے جو کچھ صاف کہہ دو، کیا تکلف ہے؟
شکایت اور پھر وہ بھی بہ اندازِ دگر کیوں ہے؟

سحر کا پھوٹنا ہی آمدِ شب کی منادی ہے
یہ رودادِ کتابِ زیست اتنی مختصر کیوں ہے؟

کوئی سمجھائے تو یہ عشق کی روداد سمجھائے
تمہارا سوئے ظن کیا ہے، مرا حسنِ نظر کیوں ہے؟

بقدرِ ظرف تجھ کو داد تو ملتی ہے محفل میں
تجھے سرورؔ بھلا پھر شکوۂ اہلِ ہنر کیوں ہے؟

رہے گا ہم پہ یہ احسانِ دو جہاں کب تک؟
زمیں یہ پاؤں تلے، سر پہ آسماں کب تک؟

حسابِ بیش و کمِ زندگی، میاں! کب تک؟
یہ فکرِ سود، یہ اندیشہء زیاں کب تک؟

ٹھہر ذرا کہ گھڑی دو گھڑی کو دم لے لیں
یہ آزمائشیں، اے عمرِ رائیگاں! کب تک؟

گماں تو خیر گماں ہے، یقیں یقیں کب ہے؟
جئیں گے ایسے سہاروں کے درمیاں کب تک؟

کہاں ہے منزلِ مقصود، کون ہے مقصود؟
نہ جانے دیکھئے بھٹکے یہ کارواں کب تک؟

بجا کہ آپ کو شکوہ ہے ایک دنیا سے
مگر یہ رنج و غم و نالہ و فغاں کب تک؟

ہمیں سے نامِ وفا اک جہاں میں روشن ہے
ہمیں کو خوار کرے گا وہ مہرباں کب تک؟

اک آن بیٹھ لیں میخانہء محبت میں
سوالِ زُہد وگنہ، فکرِ این و آں کب تک؟

(۵۰)

کبھی تو چارہ گری ہو، کوئی تو دوست ملے
حیات لے کے پھرے گی کشاں کشاں کب تک؟

نہ دوسروں سے توقع، نہ دوستوں سے اُمید
رہے گا ایسے میں میرا یہ آشیاں کب تک؟

یہ صبح و شام کی گردش، یہ امتحاں سرؔور
بچو گے ناوکِ دنیا سے میری جاں کب تک؟

مانا کہ علاجِ دلِ بیمار بہت ہے
کیا کچھ ہمیں لذتِ آزار بہت ہے

دنیا تو ہمیں چین سے جینے نہیں دیتی
اور دل ہے کہ دنیا کا طلب گار بہت ہے

اپنوں کی امیدیں ہیں تو غیروں کے تقاضے
دل ویسے ہی حالات سے بیزار بہت ہے

انسان کا انسان کو انسان سمجھنا
آسان نہ جانو اسے، دشوار بہت ہے

ہے آپ کو شوقِ سرو سامانِ زمانہ
ہم کو تو یہی اک نگہِ یار بہت ہے

تم لاکھ اُٹھایا کرو دیوار پہ دیوار
تم ہو تو ہمیں سایہء دیوار بہت ہے

وحشت کدہء زیست میں اک حرفِ تمنا
تھوڑی ہی سہی مہلتِ اظہار بہت ہے

آساں نہیں سرؔور کو محبت میں ستانا
دیوانہ ہے پر عشق میں ہشیار بہت ہے

ہم تو اس عاشقی سے باز آئے
دل دیا اور دے کے پچھتائے

زندگی خود ہی اپنی ہے تفسیر
اک حقیقت، ہزار ہیں سائے

آشنائی کی بات کرتے ہو
آشنا بن کے کوئی دکھلائے!

خود نمائی سی خود نمائی ہے
''جب تصور کیا چلے آئے''

میں بھی دیوانہ، دل بھی دیوانہ
کون سمجھائے، کس کو سمجھائے؟

بے خودی میں خودی ہے پوشیدہ
ہوش کھوئے جو، خود کو وہ پائے

زندگی ہو بلا سے اپنی تباہ
کون اس بے وفا کا غم کھائے؟

تیری تقدیر ہے یہی سرورؔ
صورتِ شمع خاک ہوجائے

اشکِ الفت کا یہ انجام؟ خُدا خیر کرے!
اور وہ بھی یوں سرِ عام؟ خُدا خیر کرے!

لب پہ آیا ہے ترا نام، خُدا خیر کرے!
ہو نہ جائیں کہیں بدنام، خُدا خیر کرے!

جب بھی ہاتھوں کی لکیروں پہ نظر ڈالی ہے
میں نے دیکھا ہے ترا نام، خُدا خیر کرے!

آہ اربابِ خرد کی یہ سبک سامانی!
خود شناسی ہوئی الزام، خُدا خیر کرے!

آزمائش ہے یہ آدابِ جنوں کی شاید
کوئی آیا ہے لبِ بام، خُدا خیر کرے!

جب کبھی زیست میں ہم حدِ یقیں سے گزرے
بن گئے بندہء اوہام، خُدا خیر کرے!

سر جھکائے ہوئے چلتا ہوں مگر اہلِ خرد
اس کو کہتے نہیں اسلام، خُدا خیر کرے!

یاد ہے کون ہے یہ سرورِ آوارہ خصال
آپ کا بندہء بے دام! خُدا خیر کرے!

داستانِ شوق لے کر نامہ بر آیا تو کیا؟
آہ اب میری دعاؤں میں اثر آیا تو کیا؟

ایک بھی نقشِ قدم میرا کہیں باقی نہیں
منزلِ ہستی سے خستہ پا گزر آیا تو کیا؟

عشق کی جلوہ طرازی پر تجھے حیرت ہے کیوں؟
آئینے میں پھر مرا چہرہ نظر آیا تو کیا؟

میں تماشا گاہِ عالم میں تماشائی رہا
یوں تو کہنے کو تمام اک عمر کر آیا تو کیا؟

کٹ گئی ساری جوانی حسرت و اُمید میں
وقتِ آخر ہم کو جینے کا ہنر آیا تو کیا؟

رات کاٹی شامِ غم کے آنسوؤں کو پونچھتے
آخرِ شب مژدہء رنگِ سحر آیا تو کیا؟

عمر بھر میری وفا کا قدر داں کوئی نہ تھا
اُٹھ گیا محفل سے جب، پھر دیدہ ور آیا تو کیا؟

اور کیا انجام ہوتا سرورِؔ مرحوم کا؟
صبح کا بھولا ہوا تھا، شام گھر آیا تو کیا؟

لاکھوں ستم اُٹھائے، ہزاروں ہی غم ہوئے
تب جا کے آشنائے رموزِ الم ہوئے

ہم اہلِ دل ہیں واقفِ اسرارِ کائنات
جامِ سفالِ عشق ہمیں جامِ جم ہوئے

''دنیا ہمارے حال کی جویا ہے کس لئے؟''
کب اُس کی وحشتوں کے طلب گار ہم ہوئے؟

آتی ہے یاد لذتِ غم ہائے آرزو
کہنے کو غم ہزار ہوئے پھر بھی کم ہوئے

پہلے زمانہ صرفِ حریفِ زبان تھا
پھر یوں ہوا کہ ہاتھ بھی اپنے قلم ہوئے

اللہ رے اہلِ دہر کی جادو بیانیاں!
جتنے تھے جرم میرے ہی حق میں رقم ہوئے

آگاہ خود سے کیا ہوئے آزاد ہوگئے!
یوں بے نیازِ قصہء دیر و حرم ہوئے

سرورؔ چلو، ہے میکدۂ عشق سامنے
مدت ہوئی زیارتِ اہلِ حرم ہوئے!

جب زمانے کو ہی قرار نہیں
شکوہ تجھ سے نگاہِ یار نہیں

یوں تو دو دن کی زندگانی ہے
حسرتوں کا مگر شمار نہیں

منزلِ عشق مل گئی مجھ کو
ہوش ہے، پھر بھی ہوشیار نہیں

ہو چلا ہوں میں خود سے یوں واقف
اب کسی کا بھی انتظار نہیں

''آ بھی جاؤ کہ لوگ کہتے ہیں
اب کے پہلی سی وہ بہار نہیں''

صبح اپنی، نہ شام ہی اپنی
ایک لمحے پہ اختیار نہیں

لاکھ دنیا سے میں ہوں شرمندہ
ہاں مگر خود سے شرمسار نہیں

کیسے ٹھہرے گا بزم میں سرورؔ؟
ایک پل تو تجھے قرار نہیں

بے نام ہوں، بے کار ہوں، بدنام نہیں ہوں
شاعر ہوں مگر مستِ مئے خام نہیں ہوں

اک عمر ترے در پہ ہی سجدوں میں کٹی ہے
یہ کیسے کہا، واقفِ اسلام نہیں ہوں؟

اتنا نہ ستا، دیکھ! مجھے گردشِ دوراں
کمزور ہوں، شائستۂ آلام نہیں ہوں

مذہب ہے مرا عشق تو مسلک ہے محبت
''اس باب میں تو موردِ الزام نہیں ہوں''

دن رات جو ہیں مجھ پہ عنایاتِ مسلسل
اتنا تو بُرا اے غمِ ایام نہیں ہوں!

ہر اشک چراغِ شبِ اُمید ہے میرا
جو راہ تکے صبح کی وہ شام نہیں ہوں

آدابِ محبت سے ہوں واقف میں یقیناً
ہاں یہ ہے کہ پابندِ رہِ عام نہیں ہوں

کیا چھوڑ دوں دنیا کے لئے گوشہ نشینی؟
صد شکر ہے سرورؔ کہ میں خود کام نہیں ہوں

آرزوئے جناب کون کرے؟
اپنی مٹی خراب کون کرے؟

باز آئے تری وفاؤں سے
زندگی وقفِ خواب کون کرے!

ہم نے جاتی بہار دیکھی ہے
اعتبارِ شباب کون کرے؟

شکوۂ بے کسی بجا لیکن
حسن کو آب آب کون کرے!

ہار اپنی ہوئی کہ تم جیتے
بیٹھ کر یہ حساب کون کرے!

یاد آتا ہے آپ کا کہنا
خاک، یہ آفتاب کون کرے؟

فرصتِ آرزو ہو گر پھر بھی
زندگی کو عذاب کون کرے

الفت و مہر و دوستی سرورؔ
تجھ سے، خانہ خراب، کون کرے!

حسن جب بے نقاب ہوتا ہے
آپ اپنا جواب ہوتا ہے

عشق پر جب شباب ہوتا ہے
آدمی پھر خراب ہوتا ہے

جب بھی ہم سے خطاب ہوتا ہے
بس وہی اک جواب ہوتا ہے

جس کو دنیا عتاب کہتی ہے
کرمِ بے حساب ہوتا ہے

رنگ لائے لہو غریبوں کا
یوں بھی عالی جناب ہوتا ہے

یہ لگی دل کی، دل لگی تو نہیں
اس میں خانہ خراب ہوتا ہے

آپ بھی کیسی بات کرتے ہیں
عشق بھی کامیاب ہوتا ہے؟

کب ہے سرورؔ فراق میں تنہا
درد بھی ہم رکاب ہوتا ہے

اُلجھ کے رہ گئے ہستی کے تانے بانے میں
تمام ہوگئی اک عمر اس فسانے میں

ملے گی بات کہاں یہ بھلا زمانے میں؟
مزہ کچھ اور ہے تجھ سے فریب کھانے میں

مجھے ہزار تمنا ترے قریب آؤں
تجھے یہ ایک تکلف نظر ملانے میں

زمانہ بھول گیا چلتے چلتے اپنی راہ
کوئی تو بات ہے آخر مرے فسانے میں

شکست و فتح کا معیار کاش ایسا ہو
کوئی نہ عذر ہو دونوں کو سر جھکانے میں

''فریب خوردہء حسنِ خلوص ہوں ایسا''
ہزار وسوسے ہیں اُس سے دل لگانے میں

''بتانِ وہم و گماں، لا الہ الا اللہ!''
میں خود کو بھول گیا تجھ کو آزمانے میں

فغاں! کہ خوار ہوا کوئے یار میں سرورؔ
بھرم نہ اُسکا رہا روز آنے جانے میں

محبت پھر اُسکا بیاں، اللہ اللہ!
زمیں ہوگئی آسماں، اللہ اللہ!

ہوئی آرزو پھر جواں، اللہ اللہ!
کوئی ہوگیا مہرباں، اللہ اللہ!

سرِ طورِ عرفاں یہ طوفانِ حیرت
حجاباتِ کون و مکاں، اللہ اللہ!

بھلا کس طرح ملتی منزل خودی کی؟
صنم خانہء این و آں، اللہ اللہ!

نہ میرا گلستاں، نہ میری خدائی
مگر ہے غمِ آشیاں، اللہ اللہ!

اُسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے کھو گیا میں
سرابِ یقین و گماں، اللہ اللہ!

خُدا بن گئی میری یہ خود شناسی
ہوا جب میں خود پر عیاں، اللہ اللہ!

مگر زندہ ہے چار و ناچار سرورؔ
تقاضائے دورِ جہاں، اللہ اللہ!

یوں لاکھ اک خرابہء دیوار و در ملے
مشکل ہے اس جہاں میں ہمیں اپنا گھر ملے

خونِ جگر، خرابیء جاں، چشمِ تر ملے
تحفے جنوں میں خوب سے کیا خوب تر ملے!

یہ کیا کہ ساتھ چھوڑ گئے روح و جان و دل؟
راہِ وفا میں کوئی تو اک ہم سفر ملے!

بت خانہء مجاز حقیقت شناس ہے
میری نگاہِ پاک کو بت حق نگر ملے!

اللہ رے راہِ شوق کی یہ خود فریبیاں!
سب بے خبر تھے جتنے ہمیں باخبر ملے

جی میں ہے دیکھیں کارگہِ بے ستونِ عشق
تھوڑی سی ہی ملے ہمیں فرصت، مگر ملے!

آوارگیء دشتِ خیال و گمانِ زیست
جیسا سفر تھا، ویسے ہمیں ہم سفر ملے

سرورؔ ہم ان کی فکر بھی کر لیں گے ایک دن
اپنی تلاش سے ہمیں فرصت اگر ملے

حد سے گزرا تری فرقت میں شبِ تار کا لطف
اُس میں شامل ہوا جب دیدہء خونبار کا لطف

ہو بیاں کیسے تری شوخیء گفتار کا لطف؟
تیرے انکار کی لذت، ترے اقرار کا لطف

وقت نے ڈھا دیئے ماضی کے سبھی بام و در
ڈھونڈتے رہ گئے ہم سایہء دیوار کا لطف

کون سمجھائے یہ سمجھانے کی باتیں کب ہیں؟
دید سے بڑھ گیا کیوں حسرتِ دیدار کا لطف

اب نہ پہلا سا تغافل ہے نہ پہلا سا غرور
ہائے! جاتا رہا وہ روز کے آزار کا لطف

ناشناسانِ مقاماتِ حرم سے پوچھو
طوفِ کعبہ سے جُدا کب ہوا زنار کا لطف؟

کیوں کریں شکوہء بے مہریء یارانِ وطن؟
ہوگیا اس سے سوا پرسشِ اغیار کا لطف

کیا ہی پر لطف سنائی ہے یہ سرورؔ نے غزل
آیئے، لیجئے اس گلشنِ بے خار کا لطف

تم چین سے کب ہو، ہمیں آرام کہاں ہے؟
اس عشقِ بلا خیز کا انعام کہاں ہے؟

صہبائے وفا، دورِ خوش انجام کہاں ہے؟
کچھ تو ہی بتا، گردشِ ایام! کہاں ہے؟

وہ بزمِ خودی، ساقیء خوش کام! کہاں ہے؟
آگاہ کرے آپ سے وہ جام کہاں ہے؟

ہر سجدہء الفت مرا تجدیدِ وفا ہے
گر کفر یہی ہے تو پھر اسلام کہاں ہے؟

آغاز میں انجام نظر آگیا مجھ کو
اب فکر کسے عشق کا انجام کہاں ہے؟

دنیا بھی گئی دیں کی طرح عشق کے ہاتھوں
اب تیرا ٹھکانا دلِ ناکام! کہاں ہے؟

یہ دہر اگر شہرِ یقیں ہے تو بتاؤ
آخر وہ صنم خانہء اوہام کہاں ہے؟

مدت سے وہ دیوانہ نظر ہی نہیں آیا
دیکھو تو ذرا سرورِؔ بدنام کہاں ہے؟

تم ایسے زہرہ نگاروں کی بات کون کرے؟
زمیں پہ رہ کے ستاروں کی بات کون کرے؟

جو چاہو دیکھنا تو دیکھ لو دلِ صد چاک
نظر کا ذکر، اشاروں کی بات کون کرے؟

قفس میں اپنی بڑے چین سے گذرتی ہے
خزاں گزیدہ بہاروں کی بات کون کرے؟

فریب و خواب ہے دنیا، گمان ہے عقبیٰ
بتاؤ ایسے سہاروں کی بات کون کرے؟

جسے بھی دیکھیئے، ہے محوِ حشر آرائی
نگاہِ ناز کے ماروں کی بات کون کرے؟

مآلِ ہستیء موہوم جانتے ہیں ہم
بھنور میں رہ کے کناروں کی بات کون کرے؟

نظر نواز نظارے تمام وہم و خیال
نظر نواز نظاروں کی بات کون کرے؟

جب اپنے آپ سے سرورؔ تمہیں نہیں فرصت
تو پھر بتاؤ کہ یاروں کی بات کون کرے؟

آبلہ پا گھومتا ہوں وادیء بیداد میں
درد کس نے رکھ دیا ہے عشق کی روداد میں؟

جان سی اک پڑ گئی ہے شکوہء صیاد میں
ہے دعا کا رنگ شامل نالہ و فریاد میں!

وہ ملاقاتیں، وہ باتیں، الامان و الحفیظ!
ہاں مگر ہے بات ہی کچھ اور تیری یاد میں!

ہر گری دیوار میں دنیا نئی آباد ہے
جھانک کر تو دیکھئے میرے دلِ نا شاد میں

''چاند کو چھونے کا قصہ، پھول پی لینے کی بات''
ایک اُلجھن اور نکلی عشق کی اُفتاد میں!

دیکھئے تو اہلِ دنیا کی کرم فرمائیاں
چند پتھر آئے ہیں میری غزل کی داد میں

یہ تماشا گاہِ ہستی! یہ ہجومِ آرزو!
شور اک برپا ہے کیسا شہرِ بے بنیاد میں؟

کیا کسی سے کم ہے سرؔور اپنی رودادِ الم؟
بات ایسی کون سی ہے قیس اور فرہاد میں؟

''ذرا سنبھل کے سرِ بزم چھیڑنا ہم کو''
نظر لگے نہ کہیں نالہ ہائے کم کم کو

کسی کی یاد میں پہنچے ہیں ہم اس عالم کو
سبو بنا دیا گل کو، شراب شبنم کو!

وہ جس سے تھوڑی سی امیدِ ہم نوائی تھی
اسی نے غیر سمجھ کر بھلا دیا ہم کو

کہاں چلے گئے وہ رہ روانِ راہِ شوق؟
عزیز رکھتے تھے کل جو غبارِ پیہم کو

ٹھہر اے گردشِ دوراں! وہ دیکھ آتے ہیں
ہزار حسرت و غم تیرے خیر مقدم کو

ہمارے شہر کے لوگوں کا حال تو دیکھو
کہ پھونک پھونک کے پیتے ہیں آبِ زم زم کو

وہ اپنا ذوقِ نظر کیوں بدل نہیں دیتے؟
جو لوگ دیتے ہیں الزام رنگِ موسم کو

یہ سوز و ساز یہ رنگینیء بیاں سرؔور!
دعا خُدا سے ہے، قائم رکھے ترے دم کو!

بزمِ مے، جام و سبو، بادہ کشی بھول گئے
کیا نظر تیری اُٹھی، تشنہ لبی بھول گئے

عاشقی میں سبھی آدابِ خودی بھول گئے
بت گری یاد رہی، بت شکنی بھول گئے

لذتِ لمحۂ فانی تو ہمیں یاد رہی
حاصلِ کاوشِ دنیائے دَنی بھول گئے!

دیکھئے شومئی تقدیر، سرِ شامِ وصال
یاد رکھنے کی تھی جو بات، وہی بھول گئے!

ڈھونڈ آئے اُسے ہم لاکھ صنم خانوں میں
کعبۂ دل میں جو تھی جلوہ گری، بھول گئے

اس رہائی سے تو وہ قید بہت بہتر تھی
سارے یارانِ قفس ہم نفسی بھول گئے

وہ نگاہِ غلط انداز، الٰہی توبہ!
اہلِ دل حسن کی بیداد گری بھول گئے

ایسے مجبور ہوئے وقت کے ہاتھوں سرورؔ
اپنی پہلی سی وہ شوریدہ سری بھول گئے!

دیکھو کبھی تو میری طرف خوشدلی کے ساتھ
کیا فرض ہے کہ بات کرو بے رخی کے ساتھ؟

ہنس ہنس کے جی رہا ہوں غمِ زندگی کے ساتھ
''تو حوصلہ تو دیکھ مرا، بے بسی کے ساتھ''

جینا خوشی کے ساتھ، نہ مرنا خوشی کے ساتھ
کیا خوب زحمتیں ہیں یہ دل کی لگی کے ساتھ!

غم سے نجات پائے تو پائے وہ کس طرح
یہ غم لگا ہوا ہے ہر اک آدمی کے ساتھ

''یہ بزمِ دہر اور یہ ابنائے روزگار!''(۱)
ہوتا ہے کیا زمانے میں ایسا سبھی کے ساتھ؟

خود سے بھی آشنا ہوں، خُدا آشنا بھی ہوں
اک گمرہی کا داغ ہے اس آگہی کے ساتھ

''دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو'' (۲)
زنہار تم نہ دوستی کرنا کسی کے ساتھ!

سرورؔ تمہیں ستائشِ دنیا کی فکر ہے
لازم ہے شرطِ داد بھی کیا شاعری کے ساتھ؟

(۱) رازؔ چاند پوری (۲) غالبؔ

http://www.kitaabghar.com

واللہ! محبت کا ہے کون بھلا ثانی؟
اک آن میں کرتی ہے فانی کو یہ لافانی!

میں تم کو بتاتا ہوں دنیا کی پریشانی
تقدیر کی دارائی، تدبیر کی ارزانی!

دیکھے تو کوئی دل کی یہ سوختہ سامانی
بربادی سی بربادی، ویرانی سی ویرانی!

ناکامِ محبت کا قصہ نہیں طولانی
بس یہ کہ کسی نے بھی کچھ قدر نہیں جانی

تم سے جو مرے دل کا یہ تھوڑا تعلق ہے
سمجھو تو بڑی شے ہے، ورنہ تو ہے نادانی!

ہنگامہء ہستی بھی اک طرفہ تماشا ہے
دیکھو تو پریشانی، سوچو تو پشیمانی!

فرصت کی ہیں راتیں اور بس تیرا تصور ہے
ہر خواب پریشاں ہے اک لمحہء حیرانی

بہتر ہے یہی سرورؔ خاموش تو اب ہو جا
دیکھی ہے بہت ہم نے تیری یہ ہمہ دانی

محبت آشنا ہوکر وفا نا آشنا ہونا
اسی کو تو نہیں کہتے کہیں کافر ادا ہونا؟

یہ تپتی دوپہر میں مجھ سے سائے کا جُدا ہونا
زیادہ اس سے کیا ہوگا بھلا بے آسرا ہونا؟

یقیں آ ہی گیا ہم کو تمھاری بے نیازی سے
بزرگوں سے سنا تھا یوں تو بندوں کا خُدا ہونا!

نہ جانے کون سی منزل ہے جو بیگانہء غم ہوں
مجھے راس آگیا کیا عشق میں بے دست و پا ہونا؟

خودی اور بیخودی میں فرق ہے تو صرف اتنا ہے
محبت آشنا ہونا، محبت میں فنا ہونا!

کوئی سیکھے تو سیکھے آپ سے طرزِ خُداوندی
مری بیچارگی پر آپ کا یوں خود نما ہونا!

یہ صبح و شام کی اُلجھن، یہ روز و شب کے ہنگامے
قیامت ہوگیا قرضِ محبت کا ادا ہونا

یہ سوز و سازِ الفت اور یہ جذب و جنوں سرورؔ
مبارک ہو تجھے شائستہء حرفِ وفا ہونا

ابتدائے شوق کا اعلانِ مستانہ ہوں میں
انتہائے عشق کا اظہارِ رندانہ ہوں میں

کھیل ہے دنیا کی ہر فرزانگی میرے لئے
اور ظالم یہ سمجھتی ہے کہ دیوانہ ہوں میں!

آشنائے حسن ہوں، مستِ ہوائے شوق ہوں
محفلِ اہلِ خرد میں ایک ہی دانا ہوں میں

وہ فغاں سینے میں گھٹ گھٹ کر جو آخر مر گئی
جو ادھورا رہ گیا ہونٹوں پہ، افسانہ ہوں میں

دیکھ یہ رنگِ خودی، دیوانہ دیوانوں میں ہوں
اور یہ بھی دیکھ، فرزانوں میں فرزانہ ہوں میں!

وہ حریمِ شوق اور خلوت کی وہ نیرنگیاں
کیسی عالم ساز یادوں کا صنم خانہ ہوں میں!

کوئی دن جاتا ہے محفل میں چھلک جاؤں گا میں
آبِ تلخِ زیست سے لبریز پیمانہ ہوں میں

یہ تماشا گاہِ عالم اور یہ میری بیخودی
کیا کہوں دنیا کی جب خود سے ہی بیگانہ ہوں میں؟

چھیڑتے ہیں کیوں مجھے یہ مے گسارانِ سخن؟
لاکھ بے قیمت ہوں پر معیارِ میخانہ ہوں میں!

یادِ ماضی بھی اِدھر آتے ہوئے گھبرائے ہے
کس قدر وحشت ہے، ویرانہ سا ویرانہ ہوں میں!

یاد آتا ہے مجھے سرورؔ! سرِ دارِ خرد
وہ ترا کہنا کہ ''دیوانہ ہوں، دیوانہ ہوں میں''

جب کسی صورت سرِ محفل نہ شنوائی ہوئی
نوحہ خوانِ آرزو آہوں کی شہنائی ہوئی

ہر قدم پر ایک ٹھوکر، ہر گھڑی زحمت نئی
رفتہ رفتہ، زندگی! تجھ سے شناسائی ہوئی!

کیا یہ کم ہے کارگاہِ شوق میں میرا کمال؟
باعثِ شہرت تجھے میری ہی رسوائی ہوئی

اک :فریبِ ہستیء موہوم، اک دامِ خیال!:
اس طرح روزِ ازل میری پذیرائی ہوئی!

رہ روِ راہِ وفا بیگانہء منزل رہا
اور انعامِ وفا یہ آبلہ پائی ہوئی

کون کس کا ساتھ دیتا ہے مقامِ درد میں؟
رازداں کوئی ہوا تو میری تنہائی ہوئی!

کیا کہوں دنیا کی حالت، الاامان و الحفیظ!
اک گنہ سب کی نظر میں میری خود رائی ہوئی

کب تلک کوئی سنے سرورؔ تری یہ داستاں؟
بات یہ تیری ہے سو سو بار دھرائی ہوئی!

ہو چکیں بزمِ طرب، رقصِ شرر کی باتیں
بیٹھ کر آؤ کریں دیدۂ تر کی باتیں

ہم پہ گزری ہیں وہ دزدیدہ نظر کی باتیں
ہم سے کوئی نہ کرے شمس و قمر کی باتیں

زندگی! میں تجھے مر مر کے جئے جاتا ہوں
اور لے بیٹھی ہے تو جانے کدھر کی باتیں

کر دیا قتل فقیہانِ حرم نے مجھ کو
لوگ کرتے رہے اندازِ نظر کی باتیں

ہم پہ گذرے ہیں غمِ دہر کے سارے قصے
ہم سے پوچھو رسن و دار کی، سر کی باتیں

منزلِ شوق ہی گر ہاتھ نہ آئی ہم کو
لاکھ دہرائے کوئی لطفِ سفر کی باتیں

گر نہیں خوفِ خدا خوفِ زمانہ تو ہے!
''گھر سے باہر بھی نکل جاتی ہیں گھر کی باتیں''

کون سنتا ہے تری ہرزہ سرائی سرورؔ
تو سناتا ہے کسے اہلِ ہنر کی باتیں؟

بے رخی اور وہ بھی اتنے ناز سے؟
اک نظر، ہاں! پھر اسی انداز سے!

عشق کے انجام سے ڈرتا ہوں میں
کچھ چلن اچھے نہیں آغاز سے!

زندگی اچھی بری کٹ ہی گئی
ہم نیازانہ جئے، تم ناز سے

کیا تماشا ہے کہ وہ ناراض ہیں!
دشمنی ہے ساز کو آواز سے!

عشق کی قسمت بدل کر رہ گئی
حسن سے اور حسن کے اعجاز سے

دیکھئے ملتی ہے کب ہم کو نجات
زندگی کے دورِ سوز و ساز سے

پر بریدہ کر دیا حالات نے
ورنہ عاجز ہم نہ تھے پرواز سے

بیٹھئے اک اور غزل سن لیجئے
شاعرِ رنگین سرورؔ راز سے

گھڑی دو گھڑی کا مزا چاہیے
''ہمیں اور دنیا سے کیا چاہیے؟''

خود آگاہ ہو جائیں گے آپ بھی
نظر چاہیے، آئینہ چاہیے!

ہمیں کب ہے پروائے دیر و حرم؟
جو قبلہ ہو قبلہ نما، چاہیے!(ا)

بنائے حیات ایک حرفِ وفا
جو یہ ہے تو پھراور کیا چاہیے؟

تلاش اسکی ایسی تو آساں نہیں
کہیں تو کوئی نقشِ پا چاہیے

مری ہر سحر، شب گزیدہ سحر!
مجھے اس سے اور کیا سوا چاہیے؟

جنونِ محبت، ترا شکریہ!
زیادہ مجھے تجھ سے کیا چاہیے؟

دھرا کیا ہے سرورؔ فقط بات میں
محبت میں دل بھی بڑا چاہیے!

(ا)ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں (غالبؔ)

''مجھے کوئی شام و سحر یاد آیا''
نہ آنا تھا، پھر بھی مگر یاد آیا

ہوا ایسا مانوس بربادیوں سے
بیاباں سے نکلا تو گھر یاد آیا!

تجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے کھو گیا میں
نہ گھر یاد آیا، نہ در یاد آیا!

تماشائے ہستی! تماشائے ہستی!
ہمیشہ برنگِ دگر یاد آیا!

وہ خوابِ محبت، وہ خوابِ پریشاں
برا یاد آیا اگر یاد آیا

نظر جو پڑی اپنی ناکامیوں پر
ہمیں تیرا حسنِ نظر یاد آیا

نہ فکرِ سفر تھی، نہ پروائے منزل
گیا جو زمانہ گزر، یاد آیا!

اٹھایا جو سرؔور نے کل سنگِ غالبؔ (ا)
اسے بھی خود اپنا ہی سر یاد آیا

(ا)ہم نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسؔد سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا(غالبؔ)

بیخودی! تو ہی آخر بتا، کیا کریں؟
ہو گئے ہم جو خود سے جُدا، کیا کریں؟

ہم ازل سے ہیں اہلِ وفا کیا کریں!
زندگی ایک کافر ادا، کیا کریں؟

بات بے بات جب ہوں خفا کیا کریں؟
ہم بیاں آپ سے مدعا کیا کریں؟

عاشقی ہے کہ ہے اک بلا، کیا کریں؟
کوئی بتلائے بہرِ خدا، کیا کریں؟

دل کو ضد ہے کہ کوئے ملامت چلو
روک کر ہم قیامت بپا کیا کریں؟

درد بڑھتا گیا، دن گزرتے گئے
کب رُکا وقت کا قافلہ، کیا کریں؟

اولِ شامِ ہجراں ہی نیند آ گئی
ابتدا بن گئی انتہا، کیا کریں؟

جان شعروں میں سرؔور جو تیرے نہیں
لوگ پھر مرحبا! مرحبا! کیا کریں؟

گھر جلا کر دیکھئے، دنیا لٹا کر دیکھئے
رحمتِ یزداں کو ایسے آزما کر دیکھئے

کیا عجب کھل جائیں سارے رازہائے زندگی
بازیءِ الفت میں اک دن مات کھا کر دیکھئے

ہر گھڑی ہے کیوں بیانِ تنگئِ دامانِ شوق؟
''کتنی وسعت ہے ہمارے دل میں آ کر دیکھئے''

کھولنا ہے آپ کو اپنے پرائے کا بھرم؟
ہر گلی میں بے پئے ہی لڑکھڑا کر دیکھئے!

کب تلک یہ جرعہء تلخابہء غم کب تلک؟
زندگی کو کیوں نہ آئینہ دکھا کر دیکھئے؟

سر جھکانا تو بہت آساں ہے راہِ عشق میں
لطف تو جب ہے کہ اپنا سر کٹا کر دیکھئے

رنج و راحت، سوز و ساز و حسرت و آسودگی
ایک ہیں سب بس ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھئے

ہو چکیں سرورؔ بہت دنیا کی خاطر داریاں
جو بھی دل میں ہے وہ اب نامِ خُدا کر دیکھئے!

ہر نظر گویا کتابِ عشق کی تفسیر ہے
''جس ادا کو دیکھتا ہوں، حسن کی تصویر ہے''

دل مرا مستِ مئے خودرائیء تدبیر ہے
اور اُدھر جو دیکھئے تو خندہ زن تقدیر ہے!

عشق کی قسمت میں کیا تقصیر ہی تقصیر ہے؟
ہر مقامِ آرزو اک کوئے داروگیر ہے!

کیا بھروسہ ہے ترے اس سایہء دیوار کا؟
سامنے نظروں کے جب دیوار کی تحریر ہے

یہ کہیں اہلِ خرد، اس چاک دامانی کے ساتھ
آپ کو کیوں اک جہاں کی فکر دامن گیر ہے؟

کیوں ڈراتا ہے زمانہ ہم کو رسوائی سے آج؟
عاشقی ہم کو بھلا کب باعثِ توقیر ہے؟

ہر قدم پر اک تمنا، ہر گھڑی حسرت نئی
خواب سے دلچسپ خوابِ شوق کی تعبیر ہے

بندگی میں آپ کی سرورؔ مسلماں ہو گیا
اور دنیا کے لئے وہ بندہء تکفیر ہے!

یہ ہجومِ نامرادی دلِ بے قرار کب تک؟
یوں ہی منتظر رہے گا سرِ رہ گزار کب تک؟

وہی طرزِ دل نوازی اے نگاہِ یار کب تک؟
رہے یوں ہی پیاسا آخر ترا مے گسار کب تک؟

تو بتا مجھے ڈھلے گی شبِ انتظار کب تک؟
تری آرزو کرے گی مجھے سنگسار کب تک؟

مرا ہر نفس سزا ہے، کوئی غم کی انتہا ہے؟
مری بیکسی کہاں تک؟ ترا اختیار کب تک؟

کوئی بات تو بتاؤ، کوئی فرد جرم لاؤ
سرِ دارِ غم رہے گا یہ گناہگار کب تک؟

تو کہاں ہے اور کیا ہے، ترا کیا اتا پتا ہے؟
یہ بتا کہ راز ہوگا ترا آشکار کب تک؟

مجھے کون پوچھتا ہے، مجھے کون جانتا ہے؟
رہوں بزمِ شاعری میں مَیں یوں بے وقار کب تک

یہ حصارِ ذات سرورؔ کہیں تجھ کو لے نہ ڈوبے
بھلا ایسی کم نگاہی سرِ طورِ یار کب تک؟

کسی کو اپنے دردِ عشق میں ہمراز کیا کرتے؟
ہمارا حال ہی جب ہوگیا غماز کیا کرتے؟

مقامِ عشق میں سود و زیاں کی کیا حقیقت ہے؟
حسابِ سوز کیا کرتے، شمارِ ساز کیا کرتے؟

کسی کو پوچھنے والا کہاں ہے اس زمانے میں؟
بنے مجبور ہوکر ہم بھی دنیا ساز، کیا کرتے؟

کوئی تھا محو خود میں اور کوئی مستِ زمانہ تھا
یہی جب رنگِ محفل تھا تو "سرورؔ راز" کیا کرتے؟

ہمیں کب شوق تھا دنیا سے ہاتھ اپنا اُٹھانے کا؟
مگر کچھ ہوگئے حالات ہی ناساز، کیا کرتے؟

تمام اہلِ محبت اُٹھ گئے پہلی ہی منزل میں
جو باقی رہ گئے تھے نام کے دمساز، کیا کرتے؟

بھلا اہلِ خرد سے کیا اُمیدِ دوستی رکھتے؟
انہیں اپنی پڑی تھی، پھر یہ حیلہ ساز کیا کرتے؟

نہیں گر اختیارِ یک نفس ہنگامِ ہستی میں
ازل کے پر بریدہ ہمتِ پرواز کیا کرتے؟

گزر گاہِ فنا میں ایک ہیں دونوں اگر سرورؔ
غمِ انجام ہو یا شکوہء آغاز، کیا کرتے؟

حُسنِ کافر بنا عنواں مرے افسانے کا
رنگ آ ہی گیا کعبہ میں صنم خانے کا

شکریہ ! مجھ پہ کرم آپ کے فرمانے کا
میں نہ آنے کا رہا اور نہ کہیں جانے کا!

دل وہ دیوانہ کہ سنتا ہی نہ تھا بات کوئی
ہائے منظر وہ سرِ بزم بکھر جانے کا!

عشق میں ٹھیک ہے بیگانۂ دنیا ہونا
لطف کچھ اور ہے پر خود سے گزر جانے کا

دل کی دل ہی میں رہے بات، یہی ہے بہتر
''راز میخانے سے باہر نہ ہو میخانے کا''(۱)

میں اسے یوں ہی تو کہتا نہیں حسرت آباد
آؤ دیکھو تو تماشا مرے ویرانے کا!

حالِ دل مجھ سے نہ پوچھو، کہ بتائے کیونکر
اک دوانہ بھلا غم دوسرے دیوانے کا؟

کیوں عبث آپ کو ہے موت کی خواہش سرؔور؟
زندگی نام ہے بے موت ہی مرجانے کا

(۱) جگر مرادآبادی